عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد نمبر ۱۹ | ۲۷ ذوالحجہ تا ۴ محرم ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۳ تا ۲۹ مارچ ۲۰۰۱ء | شمارہ نمبر ۴۴

رحمت عالم کی ازدواجی زندگی

لاہور کی مرزائیوں کا دجال

جرمنی میں اسلام

کذاب یمامہ سے کذاب قادیان تک
سجاح بن حارث

اُمّت کی مائیں

Email:webmaster@khatme-nubuwwat.org
http://www.khatme-nubuwwat.org.pk

عقیدۂ ختم نبوت

نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

س:...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کب آسمان سے نازل ہوں گے؟

ج:...... قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کو قیامت کی بڑی نشانیوں میں شمار کیا گیا ہے اور قیامت سے ذرا پہلے ان کے تشریف لانے کی خبر دی ہے لیکن جس طرح قیامت کا معین وقت نہیں بتایا گیا کہ فلاں صدی میں آئے گی اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا وقت بھی معین نہیں بتایا گیا کہ وہ فلاں صدی میں تشریف لائیں گے۔

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

ترجمہ: "اور بے شک وہ نشانی ہے قیامت کی، پس تم اس میں ذرا بھی شک مت کرو۔" (سورۂ زخرف)

بہت سے اکابر صحابہؓ و تابعینؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا قرب قیامت کی نشانی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

"یہ تفسیر حضرت ابوہریرہؓ، ابن عباسؓ، ابو مالکؒ، عکرمہؒ، حسن بصریؒ، قتادہؒ ضحاکؒ اور دیگر حضرات سے مروی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مضمون کی متواتر احادیث وارد ہیں کہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت سے قبل تشریف لانے کی خبر دی ہے۔"
(تفسیر ابن کثیر ص۱۳۲ ج۴)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

"شب معراج میں میری ملاقات حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، اور حضرت عیسیٰ (علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات) سے ہوئی تو آپس میں قیامت کا تذکرہ ہونے لگا کہ کب آئے گی؟ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا انہوں نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا، انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو انہوں نے فرمایا کہ قیامت کے وقوع کا ٹھیک وقت تو خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ البتہ میرے رب کا مجھ سے ایک عہد ہے کہ قیامت سے پہلے جب دجال نکلے گا تو میں اس کو قتل کرنے کے لئے نازل ہوں گا وہ مجھے دیکھ کر اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو میرے ہاتھ سے ہلاک کردیں گے۔ یہاں تک کہ شجر و حجر بھی پکار اٹھیں گے کہ اے مسلم! میرے پیچھے کافر چھپا ہوا ہے اس کو قتل کردے۔

قتل دجال کے بعد لوگ اپنے اپنے علاقے اور ملک کو لوٹ جائیں گے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد یاجوج ماجوج نکلیں گے، وہ جس چیز پر سے گزریں گے اسے تباہ کردیں گے تب لوگ میرے پاس ان کی شکایت کریں گے، پس میں اللہ تعالیٰ سے ان کے حق میں بددعا کروں گا، پس اللہ تعالیٰ ان پر یکبارگی موت طاری کردیں گے۔ یہاں تک کہ زمین ان کی بدبو سے متعفن ہوجائے گی۔ پس اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائیں گے جو ان کے اجسام کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گی۔ پس میرے رب کا مجھ سے یہ عہد ہے کہ جب ایسا ہوگا تو قیامت کی مثال پورے دنوں کی حاملہ کی سی ہوگی جس کے بارے میں اس کے مالک نہیں جانتے کہ اچانک دن میں یا رات میں کسی وقت کا وضع حمل ہوجائے گا۔" (مسند احمد، ابن ماجہ، مستدرک حاکم، ابن جریر)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نقل کیا ہے، معلوم ہوا کہ ان کی تشریف آوری بالکل قرب قیامت میں ہوگی۔

س:...... نیز آپ کی کیا کیا نشانیاں دنیا پر ظاہر ہوں گی؟

ج:...... آپ کے زمانہ کے جو واقعات، احادیث نبویہ میں ذکر کئے گئے ہیں ان کی فہرست خاصی طویل ہے۔ مختصراً:

☆...... آپ سے پہلے حضرت مہدی کا آنا،
☆...... آپ کا عین نماز فجر کے وقت اترنا،
☆...... حضرت مہدی کا آپ کو نماز کے لئے آگے کرنا اور آپ کا انکار فرمانا،
☆...... نماز میں آپ کا قنوت نازلہ کے طور پر یہ دعا پڑھنا...... قتل اللہ الدجال،
☆...... نماز سے فارغ ہوکر آپ کا قتل دجال کے لئے نکلنا،
☆...... دجال کا آپ کو دیکھ کر سیسے کی طرح پگھلنے لگنا،
☆...... "باب لد" نامی جگہ پر (جو فلسطین شام میں ہے) آپ کا دجال کو قتل کرنا اپنے نیزے پر لگا ہوا دجال کا خون مسلمانوں کو دکھانا،
☆...... قتل دجال کے بعد تمام دنیا کا مسلمان ہوجانا، صلیب کے توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کا عام حکم دینا،
☆...... آپ کے زمانہ میں امن و امان کا یہاں تک پھیل جانا کہ بھیڑیے، بکریوں کے ساتھ اور چیتے گائے بیلوں کے ساتھ چرنے لگیں اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلنے لگیں،
☆...... کچھ عرصہ بعد یاجوج ماجوج کا نکلنا اور چار سو فساد پھیلانا،
☆...... ان دنوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے رفقاء سمیت کوہ طور پر تشریف لے جانا اور وہاں خوراک کی تنگی پیش آنا،
☆...... بالآخر آپ کی بددعا سے یاجوج ماجوج کا یکدم ہلاک ہوجانا اور بڑے بڑے پرندوں کا ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینکنا،
☆...... اور پھر زور کی بارش ہونا اور یاجوج ماجوج کے بقیہ اجسام اور تعفن کو بہا کر سمندر میں ڈال دینا،
☆...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عرب کے ایک قبیلہ بنوکلب میں نکاح کرنا اور اس سے آپ کی اولاد ہونا،
☆...... فج الروحاء نامی جگہ پہنچ کر حج و عمرہ کا احرام باندھنا،
☆...... وفات کے بعد روضۂ اطہر میں آپ کا دفن ہونا وغیرہ وغیرہ۔
☆...... قرآن کریم کا سینوں اور صحیفوں سے اٹھ جانا،
☆...... اس کے بعد آفتاب کا مغرب سے نکلنا، نیز دابۃ الارض کا نکلنا اور مومن و کافر کے درمیان امتیازی نشان لگانا وغیرہ وغیرہ۔

http://www.khatme-nubuwwat.org.pk

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

۲۷ ذوالحجہ تا ۴ محرم ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۳ تا ۲۹ مارچ ۲۰۰۱ء

جلد: ۱۹ شمارہ: ۴۴

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
نائب مدیر اعلیٰ: مولانا مفتی محمد جمیل خان
مدیر: مولانا اللہ وسایا

سرپرست اعلیٰ: حضرت خواجہ خان محمد
سرپرست: حضرت سید نفیس الحسینی

☆ بیادگار ☆

☆ امیر شریعت مولانا سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ
☆ خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
☆ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
☆ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
☆ محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
☆ فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
☆ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
☆ امام اہلسنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
☆ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
☆ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت:

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبدالرحیم اشعر
مفتی نظام الدین شامزی، مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا سعید احمد جلال پوری، علامہ احمد میاں حمادی
مولانا منظور احمد الحسینی، صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اشرف کھوکھر

☆..........☆..........☆

سرکولیشن مینجر: محمد انور، ناظم مالیات: جمال عبدالناصر
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

حق پرست، بت شکن، طالبان! (اداریہ) 4
لاہوری دجل کا انکشاف (حضرت مولانا ظہور احمد بگوی) 6
رحمت عالم کی ازدواجی زندگی (عبدالرزاق بھاگوا) 10
کذاب یمامہ سے کذاب قادیان تک (حجاج بن حارث) (نثار احمد خان فتحی) 13
جرمنی میں اسلام 14
امت کی مائیں! (قاضی محمد اسرائیل گڑنگی) 17
قلب کی باتیں (علی اصغر چوہدری) 20
جنوبی افریقہ میں مرزائیوں کے مقدمہ کی روداد (مسعود ساحر) 23

زرِ تعاون بیرون ممالک
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ ۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک ۶۰ ڈالر

زرِ تعاون اندرونِ ملک
فی شمارہ: ۵ روپے سالانہ: ۲۵۰ روپے
ششماہی: ۱۲۵ روپے

چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت نیشنل بینک پاکستان الائیڈ اکاؤنٹ ۹۸۸۸ کراچی پاکستان ارسال کریں

لندن آفس
35 Stockwell Green,
London. SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان
فون ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی فون ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M. A. Jinnah Road, Ph: 7780337 Fax: 7780340

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

ختم نبوۃ

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق پرست، بت شکن، طالبان!

حق و باطل کے درمیان ٹکراؤ تاریخ کا ایک اہم باب ہے، جس کے صفحات انصاف کے خون سے رنگین ہوتے نظر آتے ہیں، حق کی روشنی جب باطل کے اندھیرے بادلوں کو چیر کر ابھرتی ہے تو فرمان خداوندی: ’’جاء الحق و زھق الباطل‘‘ کی عملی تفسیر اہل دنیا کی بند آنکھیں کھول کے رکھ دیتی ہے۔

افغانستان گزشتہ ۲۲ برس سے حالت جنگ سے گزر رہا ہے، اس عرصہ میں لاکھوں افغان جلاوطن ہوئے، لاکھوں مسلمان شہید ہوئے، زخمی ہوئے، معذور ہوئے، روسی افواج کو بڑی ذلت وخواری سے نکلنا پڑا، روسی فوج کی واپسی کے بعد افغانستان مسلسل آٹھ برس تک خانہ جنگی کی آگ میں جلتا رہا، بالآخر شہداً کی قربانیاں اور مظلوم افغان مسلمانوں کی دعائیں رنگ لائیں اور طالبان جیسے بوریا نشین حکمران افغان مسلمانوں کو نصیب ہوئے، جنہوں نے اقتدار سنبھالتے ہی نظام اسلام کے نفاذ کا اعلان کر دیا اور تمام غیر اسلامی قوانین اور غیر شرعی رسومات و بدعات کو ایک ایک کر کے ختم کرنا شروع کر دیا۔ اس سلسلہ میں دنیا کفر کی طرف سے تمام رکاوٹوں، پابندیوں، احتجاج اور قراردادوں کی پرواہ کئے بغیر اپنی منزل کی جانب رواں دواں رہے، طالبان نے ساری دنیا کی ناراضگی تو برداشت کر لی لیکن کسی دباؤ اور لالچ میں آ کر اپنے ایمان اور ضمیر کا سودا کرنا برداشت نہ کیا، اور ہر مشکل وقت میں اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے فکرمند رہے۔ گزشتہ دنوں طالبان حکومت کے سربراہ مجاہد ملت ملا محمد عمر نے قرآن وسنت کی روشنی میں یہ حکم جاری کیا کہ بامیان کے پہاڑوں کو تراش کر بنائے گئے گوتم بدھ کے دو مجسموں سمیت سرزمین افغانستان میں تمام چھوٹے بڑے بتوں اور مجسموں کو توڑ دیا جائے، کیونکہ ماضی میں لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابل ان بتوں کی پرستش کر کے گمراہی پھیلائی ہے، مخلوق خدا کی گمراہی کے ان اسباب کو ہمیشہ کے لئے ختم کر کے آنے والی نسلوں کو ان کی پرستش سے بچایا جائے۔ افغانستان کے شہر کابل سے تقریباً ۱۷۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر مغرب کی جانب بامیان کے پہاڑوں پر نصب گوتم بدھ کے دو مجسموں میں سے ایک کی بلندی ۱۸۰ فٹ اور دوسرے کی ۱۲۵ فٹ بتائی جاتی ہے، ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ بت قبل از اسلام پانچویں صدی عیسوی میں تراشے گئے تھے۔ اب طالبان حکومت کے سربراہ ملا محمد عمر کے اس اعلان پر دنیا بھر کے مشرک سیخ پا ہو گئے، عالم کفر اور اس کے ہمنواؤں کے پیٹ میں مروڑ پیدا ہو گیا، دنیا بھر سے احتجاج، قراردادوں اور پیشکشوں کا سلسلہ جاری ہے، مختلف اطراف سے وفود افغانستان بھیجے جا رہے ہیں، ان دو مجسموں کو بچانے کے لئے سرتوڑ کوششیں ہو رہی ہیں۔ حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ وہ ان مجسموں کو بچانے کے سلسلہ میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کرے، چنانچہ اس سلسلہ میں پاکستان کے وزیر داخلہ معین حیدر صاحب ایک وفد کے ہمراہ طالبان سے مذکرات کے لئے قندھار جا پہنچے۔ انہوں نے وہاں وزیر خارجہ اور سینئر افسران کے ہمراہ طالبان حکومت کے سربراہ ملا محمد عمر سے کئی گھنٹے تک مذاکرات کر کے ان مجسموں کو مسمار نہ کرنے کی اپیل کی اور اس فیصلہ پر نظر ثانی کی درخواست کی، جس کے جواب میں طالبان سربراہ ملا محمد عمر نے کہا کہ ہم نے یہ فیصلہ قرآن وسنت کی روشنی، علماً، قاضی حضرات اور دیگر رہنماؤں سے طویل صلاح و مشورہ اور اس سلسلہ میں تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد کیا ہے، اب اس فیصلے پر نظر ثانی شرعی دلیل کے بغیر ناممکن ہے اور دنیا کی کوئی طاقت ہمیں شرعی دلیل کے بغیر اس بت شکنی کے عمل سے نہیں روک سکتی۔ افغان سربراہ نے مزید کہا کہ افغانستان کے ان مجسموں کا بہانہ بنا کر بے جا واویلا کرنے والے بیت المقدس، بابری مسجد، روس میں مساجد مسمار کرنے اور مظلوم افغان مسلمانوں پر اقتصادی پابندیاں لگائے جانے کے وقت کہاں تھے؟ حقیقت بھی یہی ہے کہ افغانستان مشکل سے مشکل حالات سے گزرا، روسی افواج نے اس ملک کے عوام کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنایا کئی سالوں تک درندگی اور بربریت کا مظاہرہ کیا۔ علماً، صلحاً اور لاکھوں انسانوں کو وحشیانہ بمباری سے شہید کیا، معذور بنایا، کتنے بچے یتیم ہوئے، کتنی عورتیں بیوہ ہوئیں، کئی برسوں سے یہ ملک قحط، خشک سالی اور انتہائی غربت کا شکار رہا لیکن دنیا کو کوئی دکھ نہ ہوا۔ ماضی قریب میں امریکہ جیسے دہشت گرد ملک نے اسامہ بن لادن کا بہانہ بنا کر افغانستان پر حملہ کیا تو دنیا خاموش رہی، کوئی آواز نہ اٹھی، گزشتہ دنوں دنیائے کفر کی طرف سے اس جنگ زدہ غربت اور تباہ حال ملک پر اقتصادی پابندیاں عائد کر کے ہزاروں بیمار بچوں کو علاج سے محروم کیا گیا، لاکھوں لوگ شدید سردی میں آگ، تیل اور روٹی کے لئے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہوئے، دنیا کو کوئی ترس نہ آیا؟ لیکن جونہی طالبان نے دو ناقص مجسمے توڑنے کا اعلان کیا تو دنیا کے حلق سے آہیں نکلنی شروع ہو گئیں، اور ان کو بچانے کے لئے ساری دنیا حرکت میں آ گئی، اثر و رسوخ استعمال ہونے لگا۔ ان مجسموں کا بھاری معاوضہ پیش ہونے لگا، دنیا میں ترس کا مادہ جاگ اٹھا، بعض اوقات انسانی حرکات ضمیر کی ایسی عکاسی کرتی ہیں کہ انسان ہزار ستر پوشی کے باوجود ننگا نظر آتا ہے کتنی حیرت کی بات ہے کہ اس ترس کا جذبہ امریکہ جیسے ظالم ملک کے دل میں بھی موجزن ہے۔ جس نے خلیج کی جنگ میں تقریباً ایک سو مساجد شہید کر دی تھیں، لاکھوں بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ کر دیا تھا، جس ظالم نے دوسری جنگ عظیم کے دوران جاپان کے دو عظیم شہروں پر وحشیانہ بمباری کر کے قبرستان

ختم نبوۃ

بنادیا تھا۔ آج ان دو مجسموں کے ٹوٹنے کا غم یورپ کو بھی ہو رہا ہے جس کے عین قلب میں لاکھوں بوسنیائی مسلمان قتل کر دیئے گئے، آج اس بات کا دکھ اسپین کو بھی ہو رہا ہے وہ اسپین جس میں دو سو سال تک اسلامی نام رکھنے پر پابندی لگادی گئی تھی اور جس کے ایک شہر قرطبہ میں تقریباً چار ہزار مسجدیں شہید کردی گئیں تھیں، آج بھارت جیسے ملک کو بھی یہ غم کھائے جارہا ہے، جس نے مسلمانوں کا مذہبی و تاریخی ورثہ بابری مسجد شہید کرا کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کا قتل عام کیا تھا، جس بھارت نے چرار شریف کو آگ لگادی تھی، جس نے ایک ہزار سے زائد مساجد کو شہید کرنے کی فہرست تیار کر رکھی ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج دنیا عجیب منافقت اور ناانصافی کا شکار ہوگئی ہے کہ اگر کسی ملک میں لاکھوں لوگ جنگ کا ایندھن بن جائیں، بھوک، افلاس، قحط سالی اور بیماری کے ہاتھوں مرتے ہیں تو مر جائیں، کسی کو ان سے ہمدردی کا خیال نہیں اور دو بتوں کی حفاظت کے لئے ساری دنیا سراپا احتجاج بن جاتی ہے، ساری دنیا ناراضگی کا اظہار اور لاتعلقی کا اعلان کرنے لگتی ہے۔ جہاں تک طالبان حکومت کے سربراہ ملا محمد عمر مجاہد کے اس اعلان بت شکنی کا عالم اسلام کے احساسات و جذبات سے تعلق ہے تو اس مرد مجاہد نے ماہ ذوالحجہ کا چاند نظر آتے ہی سرزمین افغانستان میں بت شکنی کا اعلان کر کے عراق کے بت خانے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی کی یاد تازہ کردی ہے، اور امام الانبیاء، خاتم الانبیاء محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ اور پورے شہر مکہ کو بتوں سے پاک کر دیا تھا۔ فاتح سومنات محمود غزنوی کی طرح ملا محمد عمر کا نام بھی انشاء اللہ تاریخ میں بت فروش کے بجائے بت شکن کی حیثیت لکھا جائے گا، یہ فیصلہ ایک آزاد، خود مختار، اسلامی حکومت کے سربراہ کا تاریخی فیصلہ ہے۔ حالات و واقعات یہ ثابت کردیں گے کہ پابندیاں لگا کر افغان مسلمانوں کو بھوکا تو مارا جا سکتا ہے مگر کسی صورت میں بھی انہیں راہ حق سے ہٹایا اور باطل کے سامنے جھکایا نہیں جاسکتا۔ دنیا پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ طالبان کا سربراہ نہ بت پرست ہے نہ ہی مغرب پرست، بلکہ وہ صرف اور صرف خدا پرست ہے، اس نے عید قرباں اور حج بیت اللہ جیسے مبارک مہینہ میں بت شکنی کا اعلان کر کے سنت ابراہیمی اور اسوہ محمدی کی یاد تازہ کردی ہے، غیر اللہ کے بجاریوں، بت پرستوں، مغرب پرستوں اور ان کے ہمنواؤں کے لئے یہ اعلان درس عبرت ہے۔ اور وقت کے فرعون، نمرود اور ابوجہل کی تدبیروں پر ملت اسلامیہ کے اس مرد مجاہد کے جرأت مندانہ فیصلہ نے پانی پھیر دیا ہے اور عالم اسلام کے فرزندان توحید ملا محمد عمر مجاہد کے اس جرأت مندانہ فیصلے کو اپنے اپنے انداز میں داد تحسین پیش کر رہے ہیں اور تا قیامت کرتے رہیں گے۔ کیونکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جو کام ہم ۵۳ سال میں نہ کر سکے، پابندیوں میں جکڑے ہوئے، جنگ سے تباہ حال، صاحب ایمان طالبان حکمرانوں نے تین سال کی قلیل مدت میں وہ کام کر کے دنیائے کفر کی آنکھیں کھول دی ہیں کہ جب ہمارے حکمران جہاد کا جھنڈا سرنگوں کر رہے ہیں، طالبان جہاد کا پھریرا بلند کر رہے ہیں، ہمارے حکمران ملکی نظام چلانے کے لئے دنیائے کفر سے قرضوں کی بھیک مانگ رہے ہیں، جبکہ طالبان بھوکے رہ کر بت توڑ رہے ہیں، ہم نسل نو کو گمراہ کرنے کے لئے بسنت وغیرہ جیسی بے ہودہ رسومات میں گرفتار کر کے بے حیائی، فحاشی و عریانی کو فروغ دے کر عذاب الٰہی کو دعوت دے رہے ہیں جبکہ طالبان بے حیائی، فحاشی اور بزدلی جیسی لعنت کو زندہ در گور کر کے نوجوان نسل کو مجاہد بنا رہے ہیں، آج ہمارے حکمران اپنی بداعمالیوں کے باعث یہود و نصاریٰ کے سامنے آنکھ اٹھاتے ہوئے شرماتے ہیں اور طالبان قوت ایمانی سے وقت کے سب سے بڑے شیطان امریکہ کے گریبان میں ہاتھ ڈال رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج کفر کی دنیا زخمی سانپ کی طرح بل کھا رہی ہے اگر یہ خدا کے مؤحد بندے اسی رفتار سے چلتے رہے تو ایک دن دنیا کے بت خانے ویران ہو جائیں گے، عالم کفر کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں۔ بتوں کا ایک بہانہ ہے، درحقیقت بڑے بڑے بت فروش، وقت کے فرعون اپنے اپنے ایوانوں میں کانپ رہے ہیں۔ آج وہ سارے طالبان کے اعلان بت شکنی سے خفا ہیں اور طالبان ان کی ناراضگی کی پرواہ کئے بغیر صرف اور صرف اپنے خالق حقیقی کو راضی کرنے کی خاطر دین اسلام کی سربلندی کے لئے مصروف عمل ہیں اور اسی کا نام توحید ہے:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے ___ یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

علامہ عبدالمجید ندیم شاہ کو صدمہ

گزشتہ دنوں ملتان میں خطیب العصر حضرت مولانا علامہ سید عبدالمجید شاہ صاحب ندیم کے جواں سال فرزند، سید طاہر ندیم کو نامعلوم دہشت گردوں نے اس وقت گولیاں چلا کر شہید کردیا جب وہ اپنی موٹر سائیکل پر کمپیوٹر سینٹر سے گھر آرہے تھے اور گھر کے قریب ہی انہیں گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ مذہبی حلقوں میں یہ اطلاع بڑے دکھ اور رنج و غم کا باعث بنی اور قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ کیا گیا۔ اس سلسلہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائد و امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ، نائب امیر سید نفیس شاہ مدظلہ، ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا مفتی محمد جمیل خان، مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا بشیر احمد، مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا خدا بخش شجاع آبادی، مولانا سعید احمد جلالپوری اور مولانا نذیر احمد تونسوی نے اس سانحہ پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے علامہ عبدالمجید ندیم شاہ سے دلی تعزیت کا اظہار کیا اور قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ کیا۔

لاہوری مرزائیوں کے دجل کا انکشاف

خود مرزاجی نے اپنے پیروؤں کو یہی تعلیم دی تھی کہ میرے ان الہامات کا مجموعہ تمہارے لئے "قرآن" ہے' اب لاہوری مرزائی بتائیں کہ کیا مرزا "کتابے بجز قرآن دارد' یا نہ دارد ؟" حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی مسلمانوں کو دھوکہ دیا جارہا ہے ورنہ قرآن پاک کو تو مرزا صاحب عملاً ترک کر چکے ہیں اور صرف اپنا مطلب نکالنے کے لئے کبھی کسی آیت کو لے کر اس کی من گھڑت تفسیر و تاویل کرتے ہیں اور حدیث نبوی کے متعلق بھی مرزا صاحب کہتے ہیں :

(۱)......"اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پاکر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پاکر رد کر دے۔"

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۰)

(۲)......"ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔" (اعجاز احمدی ص ۳۰)

"دین اسلام تو نام ہے اس دین کا جو خدا کے سب سے آخری پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور جو قرآن شریف اور احادیث شریف کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے' اب اگر قرآن پاک کو صریحاً چھوڑ دیا جائے یا ضمناً اس طور سے کہ اس کی آیتوں کو حسب خواہش نفسانی تاویل و تحریف معنوی کی جائے اور جو حدیث موافق مطلب نفسانی نہ ہو یا دعوؤں کی تردید کرتی ہو اس کو ردی کی طرح پھینک دیا جائے' تو بتایئے دین اسلام پھر کہاں رہا؟ تو قرآن و حدیث سے اعراض کلی کرتے ہوئے مرزا صاحب کا یہ قول کہ : "دیگر دینے نہ دارم بجز دین اسلام" کہاں صحیح رہ سکتا ہے' ظاہر ہے کہ ایسے اقوال کا مقصد ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈال کر بے ایمان کرنے کے سوا اور کچھ نہیں' مگر اب وہ دن ہوا ہو گئے جب ان فریب

حضرت مولانا ظہور احمد بگویؒ

کاریوں سے شکار کھیلا جاتا تھا' اب قادیانی بھی چیخیں چلائیں اور لاہوری بھی روئیں پیٹیں' حقیقت کی نقاب کشائی ہو چکی ہے۔"

معجزات کا انکار :

اس سے پہلے مرزاجی کا قول پیش کیا گیا ہے کہ انہوں نے اعلان کیا تھا کہ میں معجزات کا اقرار کرتا ہوں' حیرانی ہوتی ہے کہ لاہوری کس جرأت کے ساتھ یہ قول پیش کر سکتے ہیں' حالانکہ مرزا صاحب کی تمام کتابوں میں معجزات انبیاً سے صاف و صریح انکار موجود ہے' بلکہ خود محمد علی ایم اے بھی معجزات سے منکر اور تمام واقعات قرآنی کا انکاری ہے' اس سلسلہ میں اگر وہ تمام حوالے پیش کئے جائیں جن سے مرزا صاحب کا معجزات سے انکار ثابت ہے...... یا محمد علی ایم اے کی تفسیر قرآن میں سے عبارتیں پیش کروں تو مضمون خاصہ طویل ہو جائے گا اس لئے بطور مشتے نمونہ خروارے چند حوالے ملاحظہ فرما کر مرزائیوں کی دروغ بافیوں اور غلط بیانوں کا نمونہ دیکھئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات احیاً موتیٰ' تخلیق طیر' اندھے اور جذامی وغیرہ کا اچھا کرنا جس قدر قرآن پاک میں مذکور ہیں' مرزا صاحب نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں ان سب سے انکار کیا ہے اور اس کو عمل مسمریزم قرار دیا ہے اور ایسے واقعات کے متعلق نہایت تمسخر اور توہین کے الفاظ استعمال کئے ہیں چند عبارتیں ملاحظہ کیجئے :

(۱)......"ان تمام اوہام باطلہ کا جواب یہ ہے کہ وہ آیات جن میں ایسا لکھا ہے متشابہات میں سے ہیں۔" (حاشیہ ازالہ ص ۱۲۲)

(۲)...... "اب جاننا چاہئے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزہ کی طرح عقلی تھا' تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کے قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔" (ازالہ ص ۱۲۵)

(۳)......"ماسوا اس کے قرین قیاس یہ بھی ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں

آسکیں۔“(ازالہ ص۱۲۶)

(۴)...... ”اور اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن و حکم الٰہی الیسع نبی کی طرف سے اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے۔الخ“(ازالہ ص: ۱۲۷)

(۵)...... ”مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں‘ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔“ (حاشیہ ازالہ کلاں ص ۱۲۷)

اس عبارت میں معجزہ عیسوی کو عمل مسمریزم قرار دینے کے ساتھ ساتھ اپنی فضیلت کا دعویٰ کیا ہے اور دونوں باتیں کفر میں داخل ہیں۔

(۶)...... ”غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح صرف مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا‘ نہیں بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کے قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔“(حاشیہ ازالہ کلاں ص ۱۳۲)

(۷)...... ”بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم میں سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔“(ص ۱۳۲ حاشیہ)

(۸)...... ”حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں‘ بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں۔“(ازالہ ص ۱۳۵)

چونکہ اس مضمون کا تعلق زیادہ تر اس سے ہے کہ بتادیا جائے کہ لاہوری مرزائی بھی دائرہ اسلام سے خارج ہیں‘ مسلمانوں کو ان کی ظاہری میٹھی میٹھی باتوں پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے‘ اس لئے زیادہ مناسب ہوگا کہ انکار معجزات کے متعلق لاہوری مرزائیوں کے امیر محمد علی ایم اے کی کتابوں سے حوالے پیش کردوں‘ جب وہ قرآن پاک کے بتائے ہوئے معجزات کو معجزات تسلیم نہیں کرتا تو ان کے گرو کی جو حالت ہوگی وہ خود ظاہر ہے:

(۱)...... ”قرآن مجید صفحہ ۵۵ نوٹ نمبر ۴۲۶ زیر آیت ”ویکلم الناس فی المھد و کھلا“ (سورۂ آل عمران پارہ ۳ رکوع ۱۳) مہد اور کہولت میں کلام کرنا معجزہ نہیں ہو سکتا‘ کیونکہ ہر ایک تندرست بچہ اگر وہ گونگا نہیں مہد میں بولنے لگ پڑتا ہے‘ اسی طرح کہولت میں بھی ہر ایک انسان جو صحت کی حالت میں اس حد تک پہنچ جاتا ہے کلام کر سکتا ہے‘ الخ۔“(کشف الاسرار حصہ اول ص۱۱)

(۲)...... ترجمہ قرآن شریف ص ۲۵۲ نوٹ نمبر ۱۲۴۱‘ زیر آیت :”قلنا یا نار کونی برداً وسلاما علی ابراھیم“ (سورۂ انبیاء پ ۱۷‘ رکوع ۵) ”ت شکنی کے واقعہ نے ابراہیم علیہ السلام کے خلاف آگ مشتعل کردی مگر اس کو اس سے کوئی ضرر نہ پہنچا اور وہ عافیت میں رہا: ”ارادوا بہ کیداً فجعلنھم الاخسرین“ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آگ محض مقابلہ تھا ممکن ہے کہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کا ارادہ کیا ہو مگر اس تدبیر میں وہ ناکام رہے ‘موجب آیت قالوا حرقوا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ ابراہیم علیہ السلام درحقیقت آگ میں ڈالا گیا تھا‘ ایک طرف تو یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آگ سے اسے نجات دی دوسری طرف یوں لکھا ہے کہ انہوں نے اس کو قتل کرنے یا جلانے کا ارادہ کیا لہٰذا آگ کا مفہوم وہ مقابلہ ہے جو ان کی تدبیر میں مد نظر تھا اور ”قال انی مھاجر الی ربی“ سے مزید ثبوت ہے کہ آگ سے نجات کا مفہوم ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت ہے۔

(۳)...... ”نوٹ ۲۱۲۳ قرآن میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں ہے کہ یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا تھا‘ کیونکہ لفظ التقم جو مذکور ہے بالضرور لقمہ کے نگل جانے کا مفہوم نہیں بتاتا ہے بلکہ صرف منہ میں اخذ کرنے کا لیں...... (آگے تحریر فرماتے ہیں)اگر یونس اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے والوں سے نہ ہوتا تو وہ اپنی قوم میں معمولی حیثیت کا انسان رہتا‘ اور نبی کا رتبہ نہ پاتا‘ اگر بطن کا معنی پیٹ کے لئے جائیں تو ضمیر کا مرجع مچھلی ہوگا مگر پھر بھی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا کہ مچھلی نے درحقیقت یونس کو نگل لیا تھا مفہوم صرف یہ ہے کہ اگر یونس تسبیح کرنے والوں سے نہ ہوتا تو مچھلی ان کو نگل جاتی۔“(کشف الاسرار ص۲۱‘۲۲)

(۴)...... ”مسٹر محمد علی اے صاحب اپنے انگریزی ترجمہ قرآن میں ص ۱۳۲ پر ذیل آیت: کالذی مر علی قریہ (پ ۳‘ ع ۳) کے واقعہ کو خواب کا واقعہ بنا کر فرماتے ہیں کہ قرآن ایسے واقعات کے متعلق جو خاص عبارت یا طرز واقعہ یا کسی ماقبل تاریخ کی رو سے خود بخود خواب کا مفہوم ہو لفظ خواب کو بالعموم استعمال نہیں کرتا اور اس کے استشہاد میں حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال پیش کرتے ہیں کہ جب حضرت یوسف نے گیارہ تاروں اور چاند اور سورج کو اپنے کو سجدہ کرنے کا تذکرہ اپنے والد کو بتایا‘ تو خواب کا لفظ بالکل استعمال

نہ کیا' غرض یہ ہے کہ اس آیت میں جو موت کے بعد بعثت کا ذکر ہے اس موت سے مراد حقیقی موت نہیں بلکہ خواب مراد ہے۔" (ماخوذ از کشف الاسرار ص ۳۰)

انکار معجزات کے متعلق کتنے حوالے پیش کئے جائیں' نوٹ ۵۱۳' ۵۴۱ میں نسیا حوتھما کی آیت کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"قرآن اور حدیث سے ہر گز ثابت نہیں کہ یہ بھنی ہوئی مچھلی تھی' تعجب کا اظہار مچھلی کے دریا میں چلے جانے کا نہیں بلکہ اس امر پر ہے کہ صاحب موسیٰ علیہ السلام اس کا تذکرہ موسیٰ سے کرنا بھول گئے' اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام کے معجزات' حضرت سلیمان علیہ السلام کے منطق الطیر اور غدوھا شھر و رواحھا شھر کے اعجاز' موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے سے چشموں کی ابلنے کا اور بحیرۂ قلزم میں عصا کے مارنے سے راستہ کے ہو جانے اور دوسرے معجزات کا انکار شدید طور سے محمد علی لاہوری کے کلام میں موجود ہے جس کا جی چاہے اس کے تفسیری نوٹ ملاحظہ کر کے اندازہ لگائیں۔"

اس موقع پر ہم کو مرزا صاحب اور محمد علی ایم اے ان کے خرافات اور باطل تاویلات کی تردید اور آیتوں کی صحیح تفسیر بیان کرنا منظور نہیں' صرف یہ دکھلانا ہے کہ ٹریکٹ شائع کر کے یہ کہنا کہ ہم "امدی" بھی اور ہمارا" غلام احمد "بھی معجزات کا انکار نہیں کرتا رہا' یہ محض دھوکہ دہی اور فریب کاری ہے اس طریقہ سے ناواقفوں کو اپنے جال میں پھنسانا ایمانداری نہیں۔

انکار معراج:

مرزا صاحب کی طرف سے ۱۸۹۱ء میں اعلان کے بموجب یہ پیش کیا گیا ہے کہ: "میں معراج سے منکر نہیں ہوں" لیکن کیا اس طریقہ سے مرزا صاحب کی اندرونی خباثتوں پر پردہ ڈالا جا سکتا ہے' اہل حق کے گروہ کا صحابہ کرام کے زمانہ سے لے کر آج تک اس پر اجماع رہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج جسمانی تھا اور آپ اس جسد عنصری کے ساتھ ہی تشریف لے گئے تھے اور تمام واقعہ بالکل بیداری کا تھا۔

اب معراج جسمانی سے انکار کر کے اس کو ایک کشفی واقعہ بتانا یقیناً معراج کا انکار قرار دیا جائے گا' پس دیکھئے کہ کیا مرزا صاحب منکر معراج ہیں یا اہل حق کی طرح اس کو تسلیم کرتے ہیں' مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ج ا' حاشیہ ص ۷۴ پر لکھتے ہیں:

"سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس کو درحقیقت بیداری کہنا چاہئے...... سو درحقیقت یہ سیر کشفی تھا جو بیداری سے اشد درجہ مشابہ ہے' بلکہ ایک قسم کی بیداری ہی ہے' میں اس کا نام خواب ہر گز نہیں رکھتا اور کشف کے ادنیٰ درجہ میں سے اس کو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے جو درحقیقت بیداری بلکہ اس کثیف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصلی اور اعلیٰ ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے اس جگہ زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں انشاء اللہ کسی اور محل میں مفصل طور پر بیان کروں گا۔"

اسی طرح ازالہ اوہام ج ۲ ص ۹۳۲ تا ۹۴۲

احادیث معراج کے متعلق پوری بحث کر کے اپنا نظریہ اور عقیدہ بتایا ہے جس کا مختصر الفاظ میں خلاصہ یہ ہے:

"معراج کی حدیثوں میں سخت تعارض واقع ہے اس لئے معلوم ہوا کہ راویوں کے حافظہ میں کمزوری یا ضعف وغیرہ کی وجہ سے یہ ہوا ہے تو یہ احادیث قابل اعتبار نہیں ہیں اور تعارض دفع کرنے کے لئے معراج کے واقعات کو متعدد تسلیم کرنا بھی غلط ہے اور اگر ایک محدث جس کو خدا تعالیٰ سے بذریعہ متواتر تعلیمات ایک علم یقینی قطعی ملا ہے' قرآن سے اپنی وحی تحدیث کو موافق و مطابق پا کر ان احادیث کو جو اخبار و قصص سے متعلق ہیں اور تعامل کے سلسلہ سے باہر ہیں مقدم سمجھے اور ان ظنی امور کو اس یقین کے تابع کرے جو اس کو اس چشمہ فیض سے حاصل ہوا ہے جس سے وحی نبوت ہے' تو اس کو یہ حق پہنچتا ہے کیونکہ ظن کو یقین کے تابع کرنا عین معرفت اور سراسر میرث ایمان ہے۔" (ص ۹۴۱)

مرزا صاحب نے اپنا "علم یقینی اور قطعی" یہ بتایا کہ معراج کا یہ واقعہ جسمانی نہیں ہے بلکہ کشفی ہے' خیر مرزا صاحب تو گزر گئے' ان کی کونسی کل سیدھی تھی' لیکن یہ چراغ داشتہ محمد علی ایم اے کو دیکھئے وہ بھی معراج جسمانی کا منکر ہے' انگریزی قرآن کے نوٹ ۱۴۰۱ میں آیت سبحان الذی اسریٰ الایہ کو واقعہ معراج تسلیم کر کے آیت وما جعلنا الرویا التی اریناک کے متعلق نوٹ ۱۴۴۱ کے ترجمہ کے بعد لکھتے ہیں:

"اکثر مفسرین اس امر پر متفق ہیں کہ اس سے مراد واقعہ معراج کا ہے علماً میں اختلاف ہے آیا یہ معراج جسمانی تھی یا روحانی' جمہور جسمانی کے قائل ہیں مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو روحانی بتلاتے ہیں مگر یہ لحاظ صاف الفاظ وما جعلنا الرویا کے جمہور کی رائے رد کرنے کے لائق ہے۔"

یہاں پر میں معراج جسمانی کے اثبات کے

ختم نبوۃ

دلائل بیان نہیں کرنا چاہتا' ہاں صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس مسئلہ میں جمہور کی رائے کے خلاف ٹھہرانا غلط ہے اور صحیح روایتوں کے خلاف ہے' بہر حال ہمارا مقصد یہ تھا کہ مرزا صاحب کا یہ قول کہ :"میں منکر معراج نہیں" اور انجمن احمدیہ لاہور کے ٹریکٹ میں اس کو پھر شائع کر دینا کس قدر جھوٹ اور فریب اور دغابازی ہے۔

فاعتبروا یااولی الابصار

ایک دو باتیں نہیں' چند معدود مسائل نہیں ہیں کہ انہیں پیش کیا جائے' بلکہ مرزا صاحب نے ہر بات میں اہل سنت والجماعت کے مذہب کے خلاف کیا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت سے لے کر اپنے زمانہ تک کے جمہور مسلمین کے عقائد کی تغلیط و تردید کی' مگر لاہوری مرزائیوں کی یہ دیدہ دلیری پھر بھی محل تعجب ہے کہ دن کی روشنی میں ٹریکٹ شائع کر کے لوگوں کو باور کراتے ہیں کہ مرزا صاحب نے مسلک اہل السنۃ والجماعت سے کبھی بھی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔

"سوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است"

یہ وہی مسٹر مشرقی والی بات ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہہ گیا تھا کہ :"جس بات پر سب مولوی متفق ہوں وہی میرا عقیدہ ہے" لیکن حالت یہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باطل اور غلط قرار دیا اور اسلام کی بالکل نئی اور انوکھی تشریح کر دی' معلوم نہیں ان مصلحین کو یہ ابلہانہ اور بے وقوفانہ باتیں کرتے ہوئے شرم کیوں نہیں آتی؟

اپنے نہ ماننے والوں کی تکفیر :

ٹریکٹ میں اس فریب سے بھی کام لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ مرزا صاحب نے عمر بھر اپنے کسی مخالف اور نہ ماننے والوں کی تکفیر نہیں کی ہے' لیکن ظاہر ہے کہ جب اس نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا' تو تریاق القلوب کی مندرجہ بالا عبارت کی بنا پر خود ہی اس کا منکر قرار دیا جائے گا لیکن اس کے علاوہ وہ خود تصریحاً بھی مرزائی لکھتے ہیں :

(۱)....."اور جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لے آؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔" (انجام آتھم ص ۶۲)

(۲).....میں خدا کا ظلی اور بروزی طور پر نبی ہوں' اور ہر ایک مسلمان کو میری اطاعت واجب ہے اور مسیح موعود ماننا واجب ہے اور ہر ایک جس کو میری تبلیغ پہنچ گئی ہے گو وہ مسلمان ہے مگر مجھے اپنا حکم نہیں ٹھہراتا اور نہ مجھے مسیح موعود مانتا ہے اور نہ میری وحی کو خدا کی طرف سے جانتا ہے وہ آسمان پر قابل مؤاخذہ ہے کیونکہ جس امر کو اس نے وقت پر قبول کرنا تھا اس کو رد کر دیا۔" (تحفۃ الندوہ ص ۴)

(۳)....."علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے......اور خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے......اب جو شخص خدا اور رسول کے احکام نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا اور عمداً خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے تو وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر وہ مومن ہے تو میں بوجہ افترا کرنے کا کافر ٹھہرا کیونکہ میں ان کی نظر میں مفتری ہوں۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳)

(۴).....خدا تعالیٰ نے میرے اوپر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ (مرزا کا قول مندرجہ رسالہ الذاکر الحکیم :۴' ص ۲۴)

(۵)....."اب کس قدر تعجب کی جگہ ہے کہ میرے مخالف میرے پر وہ اعتراض کرتے ہیں جس کی رو سے ان کو اسلام ہی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے اگر ان کے دل میں تقویٰ ہوتا تو ایسے اعتراض کبھی نہ کرتے جن میں دوسرے نبی شریک غالب ہیں۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۴)

(۶)....."میں [illegible] سے کہتا ہوں کہ الحمد سے لے کر والناس تک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا پھر سوچو کیا میری تکذیب آسان امر ہے..... بے شک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے اور میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق نہیں ہوتی..... اب کوئی اس سے پہلے کہ میری تکذیب اور انکار کے لئے جرأت کرے ذرا اپنے دل میں سوچ لے اور اس سے فتویٰ طلب کرے کہ وہ کس کی تکذیب کرتا ہے۔ (پیغام :۱۴۶ مندرجہ اخبار الفضل ۱۱/ جولائی ۱۹۱۵ء)

یعنی وہ میری تکذیب کر کے خدا اور رسول اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور ان کی تکذیب تو یقیناً کفر ہے' گویا مرزا صاحب نے اپنی تکذیب کرنے والے کو کافر قرار دیا۔

(۷)....."مجھے الہام ہوا کہ جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہو گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔" (معیار الاخیار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۹ ص ۲۷)

چونکہ مرزا صاحب کی نظر میں تمام غیر مرزائی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں' اس لئے اس نے اپنے مریدوں اور چیلوں کو بار بار تنبیہ کی ہے کہ ان کے پیچھے نمازیں نہ پڑھو' اپنی لڑکیاں ان کے نکاح میں نہ دو' اور ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا برتاؤ نہ کرو' مرزا صاحب کے صحیح جانشین مرزا محمود بھی ہمیشہ اپنے مریدوں کو یہی تلقین بار بار کرتے رہے ہیں' مگر اس مضمون میں ہم صرف مرزا صاحب کی کتابوں کے حوالے دینا چاہتے ہیں' کیونکہ ان کا قول لاہوری مرزائیوں کے مقابلہ میں حجت تام ہے ورنہ تو مرزا محمود کے اقوال اس بارہ میں بے شمار ہیں :

(باقی آئندہ)

ختم نبوۃ

تحریر: عبدالرزاق جانگڑا

رحمتِ عالم کی ازدواجی زندگی

جان لیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار کا ہر رخ ہم سب کے لئے بے مثال نمونہ ہے۔ چنانچہ ایک شوہر اور رفیق حیات کی حیثیت سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مقام ہے۔ ایک مرتبہ سفر میں ازواج مطہراتؓ بھی ساتھ تھیں دوران سفر کہیں ساربانوں نے اونٹوں کو تیز دوڑانا شروع کر دیا تو ان سے فرمایا:

"ذرا دیکھ کر یہ آبگینے ہیں۔"

اور یہ حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آبگینوں کی نزاکت کا ہمیشہ پورا خیال رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مزاج کی نزاکت کا ہر ہر قدم پر ہر بات میں خوب لحاظ فرمایا ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ:

یہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی رفیقہ حیات تھیں۔ نکاح کے وقت ان کی عمر چالیس سال اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچیس برس تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو اس تاریک دور میں بھی یہ بلند مقام حاصل تھا کہ لوگ ان کو "طاہرہ" کے لقب سے یاد کرتے تھے، سب ان کی عزت کرتے تھے۔ وہ نہایت شریف، دانا و مدبر تھیں، وسیع کاروبار رکھتی تھیں، پیکر حلم و صبر تھیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ برس حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ بسر کئے تھے کہ رب کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اس وقت سب سے پہلے یہ عظیم خاتون ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتی ہیں۔ یہ پیش نظر رہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عجیب کیفیت تھی، اس وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح تسلی دی کہ:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جائیں اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، میں دیکھتی ہوں کہ آپ اقربا سے نیک سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، امانتیں ادا کرتے ہیں، بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کو اپنی کمائی دیتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں، نیک کاموں میں مدد دیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ ہیں۔"

غور فرمائیں کہ خلوت و جلوت کی شریک زندگی، محرم راز کی یہ شہادت ختم نبوت خلق عظیم کا ایسا بے مثل صداقت نامہ ہے کہ کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

جب تک حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ حیات رہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کو یاد کیا کرتے تھے اور ان کی بڑی تعریف فرماتے تھے، ان کی وفات کے بعد ان کے ملنے جلنے والوں سے بھی نہایت اچھا برتاؤ فرماتے تھے، ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ:

"اور بکثرت ایسا ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بکری ذبح ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پارچے الگ الگ کراتے پھر وہ ٹکڑے حضرت خدیجہؓ سے میل جول رکھنے والیوں کے یہاں بھیجتے۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگرچہ میں نے حضرت خدیجہؓ کو دیکھا بھی نہیں اور وہ میرے آنے سے پہلے دنیا سے گزر چکی تھیں، لیکن مجھے اتنا رشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بی بی پر نہیں آیا جتنا خدیجہؓ پر آتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اکثر یاد فرماتے اور اگر گوشت وغیرہ کبھی کوئی چیز تقسیم کرنے کے قابل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلاش کر کے خدیجہؓ کی ہمجولیوں اور سہیلیوں کو بھیجا کرتے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات کو عرصہ گزرنے کے بعد ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے کہ باہر سے ان کی بہن ہالہ نے دروازے پر آواز دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو حضرت خدیجہؓ کی آواز سمجھ کر چونک پڑے پھر فوراً ہی خیال آیا کہ ان کی بہن پکارتی ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ:

ان کے پہلے شوہر حضرت ابو سلمہؓ بڑے شہسوار تھے، بدر اور احد میں شریک ہوئے، غزوۂ احد میں چند زخم کھائے جن کے صدمے سے جانبر نہ ہو سکے۔ ان کی وفات سے حضرت ام سلمہؓ کو جو شدید صدمہ ہوا اس کو اللہ تعالیٰ نے ابدی مسرت

میں بدل دیا اور ان کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا جانشین عطا فرمایا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بے حد محبت تھی، یہی وجہ ہے کہ ایک موقع پر جب حضرت عائشہؓ کے سوا تمام ازواج مطہراتؓ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ عرض کرنا تھا تو انہوں نے حضرت ام سلمہؓ ہی کو اپنا سفیر بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔

حضرت ام سلمہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ حضرت سفینہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور غلام ہیں، وہ دراصل حضرت ام سلمہؓ ہی کے غلام تھے، ان کو جب آزاد کیا تو یہ شرط رکھی کہ جب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں تم پر ان کی خدمت لازمی ہوگی۔

حضرت ام سلمہؓ کو حدیث سننے کا بڑا شوق تھا، ایک دن وہ بال گوندھوا رہی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، زبان مبارک سے "یاایھاالناس" کا لفظ نکلا کہ فوراً بال باندھ کر اٹھ کر کھڑی ہوئیں اور کھڑے ہو کر پورا خطبہ سنا۔

ایک مرتبہ چند صحابہ کرامؓ نے دریافت فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اندرونی زندگی کے بارے میں کچھ فرمائیں، فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر اور باطن یکساں تھا۔" پھر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان فرمایا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نے بہت اچھا کہا۔"

حضرت ام سلمہؓ نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں، ایک مرتبہ ایک ہار پہنا جس میں سونے کا کچھ حصہ شامل تھا، لیکن جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراض فرمایا تو اس کو توڑ ڈالا۔

وہ اپنے پہلے شوہر کی اولاد کا بہت خیال رکھتی تھیں ان کی نہایت عمدگی سے پرورش کرتی تھیں، ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ سے ان کے بارے میں دریافت فرمایا کہ مجھ کو اس کا کچھ ثواب ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں" (بخاری شریف)

حضرت ام سلمہؓ کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تبرکاً رکھ چھوڑے تھے جن کی وہ لوگوں کو زیارت کراتی تھیں۔ (مسند احمد)

صلح حدیبیہ:

حضرت ام سلمہؓ صلح حدیبیہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ صلح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگ حدیبیہ میں قربانی کریں، لیکن صحابہ کرامؓ اس قدر دل شکستہ تھے کہ آمادہ نہ ہوئے۔ یہ اس لئے کہ معاہدہ کی تمام شرطیں بظاہر مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں، چنانچہ سب رنجیدہ تھے، سب اسی میں کھوئے ہوئے تھے۔ اس حال میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے گئے اور حضرت ام سلمہؓ سے اس کا ذکر فرمایا۔ اس پر انہوں نے عرض کیا:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے کچھ نہ فرمائیں بلکہ باہر نکل کر خود قربانی کریں اور احرام اتارنے کے لئے بال منڈوائیں۔"

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر آکر قربانی کی اور بال منڈوائے۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرامؓ کو یقین ہوگیا کہ اب اس فیصلہ میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پھر سب نے قربانیاں کیں اور احرام اتارا، اس وقت ہجوم کا یہ حال تھا کہ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتا تھا۔

غرض یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کی رائے کی قدر کرتے ہیں اور ان کو وہ پیار و محبت دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشد و ہدایت کے سلسلہ کو جاری رکھتی ہیں۔

محمود بن لبید فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات احادیث کا مخزن تھیں، تاہم حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن کا ان میں کوئی حریف مقابل نہ تھا۔" (طبقات ابن سعد)

حضرت زینب بنت جحش:

یہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ ازواج مطہراتؓ میں ان کو یہ مقام حاصل تھا کہ ان کے پہلے نکاح سے جاہلیت کی ایک رسم "متبنیٰ" جو اصل بیٹے کا حکم رکھتا تھا، مٹ گئی اور مساوات اسلامی کا وہ عظیم منظر نظر آیا کہ آزاد اور غلام کا امتیاز ختم ہوگیا۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں:

"حضرت زینبؓ نیک خو، روزہ دار اور نماز گزار تھیں۔" (زرقانی، بحوالہ ابن سعد)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"میں نے کوئی عورت زینبؓ سے زیادہ دیندار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ سچ بولنے والی، زیادہ فیاض، مخیر اور اللہ کی رضاجوئی میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی، فقط مزاج میں ذرا تیزی تھی، جس پر ان کو بہت جلد ندامت بھی ہوتی تھی۔" (مسلم شریف)

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہراتؓ سے فرمایا:

"تم میں مجھ سے جلد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا۔"

ختم نبوة

یہ سن کر وہ سب اپنے ہاتھوں کو ناپا کرتی تھیں، پھر جب حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی حقیقت سمجھ میں آئی کہ وہ ان کی سخاوت کی طرف اشارہ تھا۔

دعوت ولیمہ :

جب وحی الٰہی کے مطابق رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینبؓ سے نکاح ہوا تو دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت ولیمہ فرمائی جو اسلام کی سادگی کی عمدہ تصویر ہے۔ اس میں روٹی اور سالن کا انتظام تھا، انصار میں حضرت ام سلیمؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ اور حضرت انسؓ کی والدہ تھیں، انہوں نے مالیدہ بھیجا۔ اس وقت کوئی تین سو صحابہ کرامؓ اس دعوت میں شریک تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دس صحابہ کرامؓ کی ٹولیاں کردی تھیں جو باری باری آتے اور کھانا کھا کر واپس جاتے تھے۔

حضرت زینبؓ کو یہ بلند مقام حاصل ہے کہ ان کا وجود تعلیم اسلام کے اظہار اور باطل رسم و رواج کو مٹانے میں بہت بڑی برکت ثابت ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ان کی شان میں فرمایا کرتی تھیں :

"زینبؓ ہی ہے جو بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں میری منزلت میں برابر، برابر تھیں۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ :

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ آپ کبھی اپنے رب سے یوں فرماتے تھے :

"باری تعالیٰ، یوں تو میں سب ازواج سے یکساں سلوک کرتا ہوں مگر دل میرے بس میں نہیں کہ وہ عائشہؓ کو زیادہ محبوب رکھتا ہے، الٰہی تو اسے معاف فرما۔

اس محبت کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ بڑے روحانی کمالات رکھتی تھیں، یہی وجہ تھی کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لخت جگر حضرت فاطمہؓ سے فرماتے ہیں :

"بیٹی جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی؟ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا بالکل یہی درست ہے۔ فرمایا تو بھی عائشہؓ سے محبت رکھا کر۔" (مسلم شریف)

یہ عائشہؓ ہی ہیں کہ جب منافقوں نے ان پر بہتان لگایا تو رب کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بے قصوری ظاہر فرمائی، ان کو طیبہ ٹھہرایا اور یہ بشارت دی کہ : "ان کے لئے مغفرت اور رزق کریم ہے۔"

غرض یہ کہ حضرت عائشہؓ وہ بلند مقام رکھتی ہیں کہ قدرتاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف کچھ زیادہ مائل تھے۔ چنانچہ زندگی کے آخری ایام میں جب مرض میں شدت پیدا ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایما پر سب ازواج مطہراتؓ نے حضرت عائشہؓ کے مکان پر بیماری کے ایام گزارنے کا اختیار دے دیا۔ اس طرح روضہ اقدس کا شرف بھی حضرت عائشہؓ ہی کے مکان کو حاصل ہوا۔

حضرت عائشہؓ کا امت مسلمہ پر یہ بڑا احسان ہے کہ ان کے طفیل تیمم کا حکم ہوا، اس وقت حضرت اسید بن حضیرؓ، حضرت عائشہؓ سے فرماتے ہیں : "جزاک اللہ خیرا" جب کوئی آپ کا کام اٹکا تو اللہ نے خود اس کے لئے کوئی راستہ کھول دیا اور مسلمانوں کے لئے بھی اس میں برکت ہوئی۔

واقعہ ایلا :

حضرت عائشہ صدیقہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت رکھتی تھیں کہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ واقعہ ایلا کے موقعہ پر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد فرمایا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہراتؓ کو نہ ملیں گے اس وقت سیدہ عائشہؓ کی یہ حالت تھی کہ فرماتی ہیں :

"میں ایک ایک دن گنتی تھی، انتیسویں دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بالاخانے سے اتر کر سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایک مہینہ کا عہد فرمایا تھا اور آج انتیس دن ہوئے ہیں۔ فرمایا : مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔"

ایک مرتبہ رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے، جب حضرت عائشہؓ کی آنکھ کھلی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو موجود نہ پایا تو سخت پریشان ہوئیں، دیوانہ وار اٹھیں اور ادھر ادھر اندھیرے میں ٹٹولنے لگیں، آخر ایک جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ملا دیکھا تو آپ سربسجود یاد الٰہی میں مشغول ہیں، پھر کہیں انہیں اطمینان ہوا۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ سے فرماتے ہیں کہ میں تمہارے خوشی اور ناراضی کے وقت کو پہچانتا ہوں، جب تم ناراض ہوتی ہو تو "لا و رب ابراھیم" (نہیں ابراہیم کے رب کی قسم) کہتی ہو اور جب خوش ہوتی ہو "لا ورب محمد" (نہیں محمد کے رب کی قسم) کہتی ہو۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا وحل اھجر الا اسمک (لیکن میں آپ ﷺ کے نام کو نہیں چھوڑتی) کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صرف آپ کا نام نہیں لیتی ورنہ دل میں تو آپ ہی بسے ہوتے ہیں۔

☆☆..................☆☆

نثار احمد خاں فتحی

کذابِ یمامہ سے کذابِ قادیان تک

سجاح بنت حارث

یہ عورت اپنے زمانے کی مشہور کاہنہ تھی، اس کے ساتھ ہی نہایت فصیحہ وبلیغہ اور بلند حوصلہ عورت تھی مذہبا عیسائی تھی اور تقریر وگویائی میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔

جب سجاح نے اپنی ہونہار فطرت اور باکمال خوبیوں پر نظر کی اور دیکھا کہ مسیلمہ جیسا سو سالہ بوڑھا نبوت کا دعویٰ کرکے اتنا با قتدار بن گیا تو اسے بھی اپنے جوہر خداداد سے فائدہ اٹھا کر کچھ کرنا چاہئے۔ جیسے ہی اس نے سید العرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سنی، اپنی نبوت اور وحی الٰہی کی دعویدار بن بیٹھی سب سے پہلے بنی تغلب نے اس کی نبوت کو تسلیم کیا، جس سے سجاح کو ایک گونہ قوت حاصل ہوگئی۔ اب اس نے نہایت فصیح وبلیغ مسجع اور مقفیٰ عبارتوں میں خطوط لکھ کر تمام قبائل عرب کو اپنی نبوت کی دعوت دی۔

بنی تمیم کا رئیس مالک بن ہبیرہ اس کے خط کی فصاحت وبلاغت سے اتنا متاثر ہوا کہ اسلام ترک کرکے اس کی نبوت پر ایمان لے آیا، دوسرے قبائل بھی جن میں احنف بن قیس اور حارث بن بدر جیسے معزز اور شریف لوگ تھے اس کی سحر بیانی سے مرعوب ہوکر اس کے عقیدت مند ہوگئے۔

سجاح کی مدینے اور یمامہ پر فوج کشی:

جب سجاح کو کافی قوت حاصل ہوگئی تو اس کے دماغ میں مدینہ شریف پر حملہ کرنے کی سمائی، مالک بن نویرہ نے سجاح کو اس ارادہ سے باز رکھا اور بنی تمیم پر حملہ کرنے کی رائے دی، سجاح کا لشکر بنی تمیم پر ٹوٹ پڑا اور دونوں طرف کافی نقصان ہوا۔

ایک رات اس نے ایک نہایت فصیح وبلیغ عبارت تیاری کی اور صبح سرداران فوج کو جمع کرکے کہنے لگی کہ اب میں وحی الٰہی کی ہدایت کے مطابق یمامہ پر حملہ کرنا چاہتی ہوں۔ یمامہ میں مسیلمہ کذاب اپنی نبوت کی دکان لگائے بیٹھا تھا ادھر سجاح یمامہ پر حملہ کرنے کے لئے نکلی ادھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک لشکر حضرت خالد کی سرداری میں سجاح کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت خالدؓ آگے بڑھے تو معلوم ہوا کہ اسلام کے دو مشترکہ دشمنوں میں تصادم ہونے والا ہے تو حضرت خالدؓ وہیں رک گئے۔

ادھر مسیلمہ کو جب سجاح کے حملہ کی خبر ملی تو اس کو کافی تشویش لاحق ہوگئی کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ مسلمانوں کا ایک لشکر بھی اس کے مقابلے پر آرہا ہے۔ اس لئے اس نے سجاح سے مقابلہ کرنے کے بجائے عیاری ومکاری سے کام لینا چاہا۔ چنانچہ بہت سے نفیس تحائف کے ساتھ سجاح سے ملاقات کی۔ اس کی سیرت، صورت، صباحت وملاحت کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا اور گردوپیش کے حالات سے اس کو اندازہ ہوگیا کہ سجاح پر جنگ وجدل کے ذریعے فتح پانا دشوار ہے۔ عورت ذات عشق ومحبت کے جال میں پھنسا کر ہی رام کی جاسکے گی۔ چنانچہ چلتے وقت اس نے سجاح سے درخواست کی کہ آپ میرے خیمہ تک تشریف لاکر مجھے سرفراز فرمائیں وہیں ہم اپنی اپنی نبوت کے متعلق گفتگو کریں گے۔ سجاح جو دور اندیشی سے عاری تھی راضی ہوگئی اور یہ بھی وعدہ کرلیا کہ دونوں کے آدمی خیمہ سے دور رہیں گے تاکہ بات چیت راز میں رہے، اس وعدے پر اس پیر فرتوت کی تو باچھیں کھل گئیں۔

مسیلمہ نے آتے ہی حکم دیا کہ ایک نہایت خوشنما اور پرتکلف خیمہ نصب کیا جائے، اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ مسیلمہ نے اسے اعلیٰ قسم کے اسباب عیش اور سامان زینت سے آراستہ کرایا۔ انواع واقسام کے عطریات اور مسحور کن خوشبوؤں سے اسے معطر کرکے حجلہ عروسی کی طرح سجادیا۔

وقت موعود پر سجاح ملاقات کے لئے آئی دونوں خیمہ میں داخل ہوئے۔ مسیلمہ نے سجاح کو نرم نرم ریشمی گدگدے گدیلے پر بیٹھایا اور اس سے میٹھی میٹھی باتیں بنانا شروع کیں خوشبو کی لپٹوں نے سجاح کو مسحور کردیا تھا اور مسیلمہ اس کے چہرے اور جذبات کا بغور مطالعہ کرتا رہا۔ مسیلمہ بولا اگر جناب پر کوئی تازہ وحی نازل ہوئی ہو تو مجھے سنایئے سجاح بولی نہیں، پہلے آپ اپنی وحی کے الفاظ سنایئے کیونکہ میں پھر بھی عورت ذات ہوں، مسیلمہ بھانپ گیا کہ سجاح کی نبوت بھی اس کے دعویٰ کی طرح جھوٹی اور خانہ ساز ہے۔

اب مسیلمہ نے سجاح پر عشق ومحبت کا جال پھینکا اور عورت کی فطری کمزوری سے فائدہ اٹھانا چاہا چنانچہ بولا مجھ پر یہ وحی اتری ہے:

الم ترا کیف فعل ربك بالحبلی اخرج منها نسمته تسعی بین صفاق و حشی

''کیا تم اپنے پروردگار کو نہیں دیکھتے کہ وہ حاملہ عورتوں سے کیا سلوک کرتا ہے، ان سے چلتے پھرتے جاندار نکالتا ہے جو نکلتے وقت پردوں اور جھلیوں کے درمیان لپٹے رہتے ہیں''

یہ عبارت چونکہ بہ تقاضائے جوانی سجاح کی نفسانی خواہش سے مطابقت رکھتی تھی بولی اچھا کچھ اور سنایئے، مسیلمہ نے جب دیکھا سجاح برا ماننے کے بجائے خوش ہوئی تو اس کا حوصلہ اور بڑھا اور کہنے لگا کہ مجھ پر یہ آیتیں بھی نازل ہوئی ہیں:

''اس عبارت کا مضمون چونکہ انتہائی فحش ہے اس لئے عبارت اور اس کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔''

اس شرمناک اور شہوت انگیز ابلیسی وحی نے سجاح پر پورا پورا اثر کیا۔ مسیلمہ کی منہ مانگی مراد پوری ہوئی فوراً بولا اسنو سجاح خدائے برتر نے عرب کی نصف زمین مجھے دی تھی اور نصف قریش کو مگر قریش نے ناانصافی کی، اس لئے رب العزت نے قریش سے ان کا نصف حصہ چھین کر تمہیں عطا کردیا۔ کیا اب یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم دونوں اس وقت نکاح کرلیں اور پھر ہم دونوں کے لشکر مل کر سارے عرب پر قبضہ کرلیں؟

سجاح پر مسیلمہ کا جادو چل چکا تھا بولی مجھے منظور ہے۔ یہ حوصلہ افزا جواب سن کر مسیلمہ نے انتہائی فحش اشعار اس کو سنانے شروع کئے اور آخر میں منہ کالا کرنے کے بعد کہنے لگا مجھے ایسا ہی کرنے کا حکم ملا تھا۔

تین شب وروز سجاح اور مسیلمہ خیمہ کے اندر داد عیش دیتے رہے اور باہر ان کے اندھے مرید چشم براہ اور گوش برآواز بنے ہوئے تھے۔ خوش اعتقاد احمق یہ گمان کررہے تھے کہ ہر مسئلہ پر بہت کچھ رد وقدح ہورہی ہوگی اور بحث واختلاف کے لئے وحی ربانی کا انتظار کیا جارہا ہوگا، مگر وہاں دونوں پرشوق دولہا دلہن بساط نشاط پر بیٹھے بہار کامرانی کے مزے لوٹ رہے تھے۔

(جاری ہے)

جرمنی میں اسلام

گونٹر گراس نے حال ہی میں ایک کھلے خط میں مطالبہ کیا ہے کہ کوڈام میں مسجد تعمیر کی جائے۔ مصنف نے اپنے مطالبے کے حق میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ اب کیتھولکس اور پروٹسٹنٹ کے بعد مسلمان، جرمنی کی تیسری بڑی جمعیت ہیں، اس لئے برلن میں مسلمانوں کی عبادت کے لئے مسجد ہونی چاہئے۔ مصنف نے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے چونکہ یہ صورت حال برقرار رہے گی، اس لئے مسلمانوں کے لئے عبادت گاہ ضروری ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کی موجودہ صورتحال کو سترہویں صدی کے اواخر میں فرانس کے ہیوگناٹس پروٹسٹنٹ باشندوں کے مماثل قرار دیا ہے جنہیں کیتھولک فرانس سے زبردستی نکال دیا گیا تھا انہوں نے برلن میں پناہ لے کر اپنے چرچ تعمیر کر لئے تھے۔

جرمنی میں مسلمانوں کی تعداد ۲ء۳ ملین ہے۔ اس لحاظ سے اسلام جرمنی میں ایک اہم قوت ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، بطور خاص اس لحاظ سے کہ ملک میں پہلے ہی ۲۰۰۰ مساجد یا دینی مراکز موجود ہیں۔ صرف کولون شہر میں ایک سو مساجد اور اسلامی مراکز قائم ہیں۔ جہاں اس وقت مسلمانوں کی تعداد ۷۰ ہزار سے زائد ہے۔ اس شہر میں مسلمانوں کی تعداد جرمنی کے تمام شہروں سے زیادہ ہے۔ مسلمانوں کی آبادی کے لحاظ سے ڈورٹمنڈ دوسرے نمبر پر ہے۔ روہر کے اس بڑے شہر کی تقریباً ۳۰ فیصد آبادی ترک مسلمانوں پر مشتمل ہے جو ۱۹۶۰ء کے عشرے کے اواخر میں فیکٹریوں میں کام کرنے کے لئے جرمنی آئے تھے۔ اس علاقے میں ترک مسلمانوں کی کل تعداد تقریباً دو ملین ہیں۔

ڈورٹمنڈ کی سب سے بڑی مسجد شہر کے شمال میں کیلسٹرا میں واقع ہے۔ سفید اور سبز رنگ کی اس خوبصورت عمارت کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس کا رخ مکہ معظمہ کی جانب ہے۔ مسجد میں نمازیوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ نمازیوں میں غالب تعداد نوجوانوں کی ہوتی ہے۔ رمضان المبارک کے دوران تو مسجد کھچا کھچ بھری رہتی ہے۔ جمعہ کے اجتماعات میں بعض اوقات نمازیوں کی صفیں مسجد کے باہر سڑک تک پہنچ جاتی ہیں۔ فالک ماثیزٹ ایک سماجی کارکن ہیں جنہیں شہری انتظامیہ نے غیر ملکی نوجوانوں کو پیشہ وارانہ تربیت کی ذمہ داری سونپ رکھی ہے، ان کا کہنا ہے کہ کیلسٹرا کی مسجد میں فرزندان اسلام کی تعداد مسلسل بڑھ رہی ہے جبکہ مسیحی چرچ خالی ہوتے جا رہے ہیں۔

جرمنی کے دوسرے شہروں کی طرح یہاں کے بیشتر مسلمان بھی ترک اور سنی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ نماز عربی زبان میں ادا کی جاتی ہے۔ مگر مراکش، شام یا الجزائر کے مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مسلمان، عربی زبان اچھی طرح نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ ترک نوجوان جو اسلام کی اصل روح اپنانا چاہتے ہیں، عربی سیکھ رہے ہیں اور ایسے نوجوانوں کی تعداد بتدریج بڑھ رہی ہے، خاص طور پر برلن میں جو ترکی کے باہر ترکوں کا سب سے بڑا شہر ہے، عربی سیکھنے والے نوجوانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔

ڈورٹمنڈ کی جامع مسجد کے امام صاحب کا تقرر ترک مملکت کرتی ہے۔ اس مسجد سمیت دیگر کئی مساجد کا انتظام، دیتا یا دیانت یعنی ترک اسلامی دینی مرکز کے سپرد ہے جو انقرہ میں وزارت مذہبی امور کا ذیلی شعبہ ہے۔ جرمن حکام اس شعبے کو ترجیحاً پسند کرتے ہیں کیونکہ یہ ترکی کے سیکولر رجحان کے حامل روایتی اسلام کا عکاس ہے جس میں مغربی معاشرتی اقدار اپنانے کی بہت گنجائش ہے۔ لیکن یہ ڈورٹمنڈ کے تمیں اسلامی دینی مراکز میں واحد مرکز ہے جس کا نظم ونسق اس نہج پر چلایا جاتا ہے۔

جب کوئی فرد ایسی مسجد میں داخل ہوتا ہے جس کا انتظام دیانت کے کنٹرول میں نہ ہو تو باہر کے کسی فرد کے لئے فوری طور پر یہ تمیز کرنا مشکل ہوتا ہے کہ یہ عمارت محض عبادت گاہ ہے یا مسلمانوں کے سماجی اور سیاسی اجتماعات کا مرکز۔

جرمنی کی مساجد میں ترک اثرات بہت واضح ہیں۔ تقریباً ہر مسجد کے ساتھ فٹ بال کلب ہے جو ترکی کے پرچموں سے آراستہ ہوتا ہے، حتیٰ کہ دیواروں پر تین ہلال والے قوم پرست عثمانی پرچم بھی لٹکے نظر آتے ہیں۔ مختلف مساجد کے منتظمین میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے، جن کا انتظام مختلف انجمنیں چلاتی ہیں۔ چند برسوں سے یہ انجمنیں خود کو ترک حکام کے اثر و رسوخ سے آزاد کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

اسلام کے بارے میں ترکوں کے تمام مکاتب فکر، جرمنی میں موجود ہیں جہاں ان کے وسائل زیادہ ہیں اور انہیں اظہار رائے کی بھی ترکی سے زیادہ آزادی حاصل ہے، لیکن اس کے باوجود سرکاری حکام، رائج

العقیدہ اور عسکری ذہن رکھنے والے مسلمانوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھتے ہیں۔ کمال اتاترک کے نظریات کی مخالف جماعتوں میں ملی گوروس اسلامی گروپ سب سے نمایاں ہے، اس گروپ کے سابق ترک وزیراعظم جناب نجم الدین اربکان کی رفاہ پارٹی سے قریبی رابطے ہیں۔ ۱۹۷۰ء کے عشرے سے جرمنی، ترکی کے ان اسلامی گروپوں کے لئے محفوظ ٹھکانے کی حیثیت رکھتا ہے جو ترکی میں اسلام کی از سر نو سربلندی کے لئے کام کر رہے ہیں۔

خود پروفیسر نجم الدین اربکان اپنے سیاسی کیریئر کی بنیادیں مستحکم کرنے کے لئے برسوں جرمنی میں مقیم رہے اور آج بھی قرآن مجید کی طرف دوبارہ مراجعت کرنے والے ترکوں میں نمایاں تعداد جرمنی میں پیدا ہونے والی تیسری نسل کے ترک نوجوانوں کی ہے۔ بیلے فیلڈ یونیورسٹی کے ماہر عمرانیات و تعلیم ہائٹ میئر کے جائزے کے مطابق فرانس اور جرمنی دونوں ملکوں میں نوجوانوں میں اسلام کی طرف پلٹنے کا رجحان واضح طور پر بڑھ رہا ہے۔ ہائٹ میئر کے بقول: اسلام کی طرف لوٹنے والوں میں جرمنی میں جنم لینے والے ترکوں کا تناسب زیادہ ہے اور ان ترکوں کو اپنی مادری زبان ترکی سے زیادہ عبور جرمن زبان پر حاصل ہے، لیکن وہ جرمنی کی شہریت اختیار نہیں کر سکتے کیونکہ جرمن قانون کی بنیاد "خون کا رشتہ" ہے۔

ملی گوروس کے لیڈروں کی تحریر و تقریر اس بات کا ثبوت ہے کہ جرمنی، اسلام کی اشاعت و استحکام کے لئے کام کرنے کی بہترین جگہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جرمن معاشرہ حیرت انگیز طور پر روادار ہے۔ بہت سے لوگوں کو یاد ہوگا کہ علوم شرقیہ کی عالمی شہرت یافتہ ماہر ڈاکٹر این میری شمل نے "آیات شیطانی" نامی کتاب کی کھل کر مذمت کی تھی اور اسے ملحدانہ اقدام اور دشنام طرازی قرار دیا تھا۔ تاہم انہوں نے سلمان رشدی کی ہلاکت کے فتوٰی کو درست تسلیم نہیں کیا تھا۔ حال ہی میں جرمن فضائی کمپنی لفتھنزا نے اعلان کیا کہ: "رشدی کو اس کے طیاروں میں سفر کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔" فضائی کمپنی نے یہ اعلان اپنے مسافروں کو ممکنہ حملوں سے محفوظ رکھنے کی غرض سے کیا۔

فرانس کے بالکل برعکس جہاں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ فرانس میں اسلام کو فرانسیسی رنگ میں رنگا ہوا ہونا چاہئے اور اسے دنیاداری کا مظہر ہونا چاہئے، جرمنی میں لوگوں کو کسی کے عقائد پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ ایک ایسے ملک میں جہاں مملکت اور مذہب ایک دوسرے سے واضح طور پر الگ ہیں وہاں دوسرے ممالک کے مقابلے میں اسلام زیادہ طاقتور ہو سکتا ہے۔

برلن میں سوشل سائنسز مارک بلوغ سینٹر کے اسلامی علوم کے اسکالر ریمے لیویو کا کہنا ہے کہ:

"جرمن معاشرے میں یہ غیر معمولی مذہبی رواداری آوگس برگ کے ۱۵۵۵ء کے امن معاہدے کا نتیجہ ہے۔ اس معاہدے کے تحت جرمنی کو کیتھولک اور پروٹسٹنٹ حصوں پر مشتمل ملک قرار دیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ ملک میں لوگوں کو اپنی پسند کے مذہب اور عقائد پر عمل کرنے کی آزادی ہوگی۔"

"اسلام اور گرجا گھر" نامی کتاب کے مصنف کا کہنا ہے کہ جرمنوں کے لئے زیادہ تشویشناک بات اسلام کے بجائے الحاد اور لادینیت کا فروغ ہے کیونکہ جرمن آبادی میں اسلام کے پیروکاروں کا تناسب ۳ فیصد سے زیادہ نہیں ہے جبکہ بے دین لوگوں کا تناسب ۲۵ فیصد ہے۔ چرچ اور مملکت کے درمیان رشتوں کے بارے میں عام بحث مباحثے کا موضوع اشاعت اسلام نہیں بلکہ فروغ لادینیت رہا ہے۔ صوبہ باویریا کے تعلیمی اداروں کے کلاس رومز میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مصلوب تصویر یا صلیب ساتھ لے جانے کا تنازع کارلس روئی کی آئینی عدالت کے فیصلے کے بعد ختم ہو چکا ہے۔ کسی اسلامی معاشرے میں ایسے ماحول کا وجود ناقابل تصور ہے۔

جرمنی میں اسلام اور جنونیت کو ہم معنی سمجھا جاتا ہے نہ قرآن مجید کا دہشت گردی سے تعلق جوڑا جاتا ہے۔ الجزائر، جرمنوں کے لئے ویسے ہی بہت دور ہے۔ تشدد کے واقعات سے ترکوں کے تعلق کے بارے میں لوگوں کی مجموعی رائے ہے کہ یہ ترکوں اور کردوں کے تنازعے کا شاخسانہ ہے۔ جرمن سمجھتے ہیں کہ اس تنازعہ میں مذہب کا کوئی تعلق اور کردار نہیں، حالانکہ برلن سے تعلق رکھنے والے ایک فرانسیسی اسکالر کے بقول جو کردوں کے مسائل سے گہری واقفیت رکھتے ہیں فریقین اپنے اپنے موقف کے جواز کے طور پر اسلام کو استعمال کرتے ہیں۔ جرمنی میں مقیم ترکوں کے مخالف، نسل پرست عناصر کی کارروائیوں کا سبب اسلام کی مخالفت نہیں بلکہ نسلی منافرت ہے۔

جرمنی میں صورتحال فرانس کے برعکس ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جرمنی میں مقیم مسلمان، جرمنی کے بجائے اپنے آبائی وطن کو اپنی شناخت سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی اصل قومیت برقرار رکھتے ہیں، حتیٰ کہ ان میں بیشتر چاہتے ہیں کہ بعد از وفات انہیں ترکی میں سپرد خاک کیا جائے، حالانکہ گزشتہ کئی برسوں سے جرمنی میں مسلمانوں کے الگ قبرستان وجود میں آ گئے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جرمنی میں مسلم خواتین کے حجاب کے استعمال پر کبھی کوئی تنازع پیدا نہیں ہوا۔ جرمن معاشرہ روزمرہ زندگی میں حجاب سمیت اسلامی شعائر کو بآسانی برداشت کر لیتا ہے۔ ادھر ادھر کے چند ناقابل درگزر تنازعات مقامی سطح پر اور عموماً مسلمانوں کے حق میں طے ہو جاتے ہیں۔ عموماً اس

قسم کے تنازعات جرمنوں اور مسلمانوں کے درمیان نہیں بلکہ زیادہ تر خود ترکوں کے مابین ہوتے ہیں۔ ۱۹۸۰ء کے عشرے کے اوائل میں برلن میں کمال اتاترک کے نظریات کے حامی ایک استانی نے حجاب پہننے والی ایک طالبہ کی شکایت جرمن حکومت سے کی تھی۔ اس ترک طالبہ کا تعلق کمال اتاترک کے غیر اسلامی نظریات کے مخالف ایک دینی گھرانے سے تھا۔

ڈورٹمنڈ مسجد کے اڑوس پڑوس کے رہائشی علاقے کے جرمن مکین اپنے مسلمان پڑوسیوں کی وجہ سے کسی تشویش میں مبتلا نہیں ہیں۔ جب کیلسرا سے مسجد کی تعمیر کی گئی تو جرمنوں نے کوئی احتجاج کیا نہ مسجد کے خلاف انتظامیہ کو درخواستیں دیں، البتہ کچھ عرصے بعد ایک گمنام شکایتی خط موصول ہوا تھا جس میں مسجد کے پڑوس میں رہنے والے کسی شخص نے اس پہلو کی جانب توجہ دلائی تھی کہ مسجد کی عمارت میں پرچون کی ایک دکان موجود ہے۔ خط میں لکھا تھا کہ : ایک قانون پسند شہری کی حیثیت سے میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس دکان کا ٹریڈ ٹیکس ادا کیا گیا ہے یا نہیں؟

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ جرمن معاشرہ اسلام کے ساتھ کلی طور پر شیر و شکر اور ہم آہنگ ہے۔ اگرچہ ڈورٹمنڈ میں کسی خاص مشکل کے بغیر اسلامی مراکز قائم کئے جاسکتے ہیں لیکن مقامی آبادی کی جانب سے مزاحمت کے واقعات بھی ہوئے ہیں۔ باؤن ورنمبرگ جیسے واقعات کئی مرتبہ ہوئے ہیں اور مقامی حکام نے میناروں کی ایک حد سے زیادہ بلندی یا اذان کے لئے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر اعتراض کیا ہے۔ ایسے کئی واقعات بھی پیش آئے ہیں کہ پروٹسٹنٹ مذہبی پیشواؤں نے اس بنیاد پر احتجاج میں حصہ لیا کہ : "مسلمانوں کا خدا، عیسائیوں کا خدا نہیں ہے۔"

مسلمانوں کے لئے حکومت کی سطح پر رواداری اور نیک خواہشات موجود ہیں جن کی بنا پر مستقبل میں اسلام اور جرمنوں میں ہم آہنگی ممکن ہے۔ اگرچہ مملکت کے قوانین کے تحت تمام بڑے مذاہب کو کارپوریٹ حیثیت حاصل ہے اور قانون کے تحت وہ چاہیں تو اپنے اپنے پیروکاروں سے "چرچ ٹیکس" وصول کر سکتے ہیں اور ان مذاہب کو بہت سے سرکاری اداروں مثلاً ذرائع ابلاغ، ہسپتالوں اور فوج میں نمائندگی دی جاسکتی ہے، لیکن جرمن حکام نے ابھی اسلام کی یہ حیثیت تسلیم نہیں کی ہے جو باعث حیرت ہے، کیونکہ کٹر اور قدامت پسند یونانی چرچ کو پہلے سے یہ حیثیت حاصل ہے اور برلن میں ایک اور فرقے (۱۹ویں صدی کے اواخر میں امریکہ میں وجود میں آنے والا ایک مسیحی فرقہ) کو عنقریب یہ حیثیت حاصل ہو جائے گی۔

اس بارے میں جرمن حکومت کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کے بہت زیادہ فرقے ہیں اور ان کے مابین بہت زیادہ اختلاف رائے ہونے کی وجہ سے کوئی ایک گروپ تمام مسلمانوں کی نمائندگی نہیں کر سکتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح حکومت منظم اسلام کی شرط عائد کر کے اپنا کنٹرول سخت کرنا چاہتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کو، خصوصاً ترکی سے تعلقات کے حوالے سے، جرمنی کی خارجہ پالیسی میں اہم مقام حاصل ہے۔ اس تجزیے کی روشنی میں یہ بات بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے کہ جرمنی کے مختلف صوبوں کے سرکاری اسکولوں میں اسلام، مذہبی تعلیم کے نصاب کا حصہ ہے جس کی تدریس کی ذمہ داری عموماً ترک اساتذہ کے سپرد کی جاتی ہے۔ اسلام سے رواداری شاید اس پوشیدہ خواہش کا نتیجہ بھی ہے کہ کسی دن جرمنی میں مقیم ترک واپس ترکی چلے جائیں گے۔ (بشکریہ ماہنامہ البلاغ، کراچی)

بقیہ: سجاح بنت حارثہ

تین روز کے بعد سجاح اپنی عصمت و نبوت کو خاک میں ملا کر اپنے لشکر واپس آئی اور سب کو بلا کر کہا کہ مسیلمہ بھی نبی برحق ہے، میں نے اس کی نبوت تسلیم کر کے اس سے نکاح کر لیا ہے کیونکہ تمہاری مرسلہ کو ایک مرسل کی اشد ضرورت ہے، سب نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا مہر کیا قرار پایا؟ سجاح نہایت سادگی سے بولی: یہ بات تو میں اس سے پوچھنا ہی بھول گئی۔ سرداران لشکر نے کہا کہ حضور بہتر ہوگا کہ ابھی واپس جا کر مہر کا تصفیہ کر لیجئے کیونکہ کوئی عورت بغیر مہر اپنے آپ کو کسی کی زوجیت میں نہیں دیتی۔ سجاح فوراً واپس مسیلمہ کے پاس گئی ادھر مسیلمہ واپس اپنے قلعہ میں جا کر دروازہ بند کر کے سہما ہوا بیٹھا تھا کہ کہیں سجاح کے سرداران لشکر اس عقد کو اپنے توہین سمجھ کر مجھ پر حملہ نہ کریں، سجاح جب قلعہ پر پہنچی اور اپنے آنے کی اطلاع کرائی تو مسیلمہ بہت خوفزدہ ہوا اور دروازہ بھی نہیں کھولا۔ چھت پر آ کر اس نے پوچھا اب کیسے آنا ہوا؟ سجاح بولی تم نے مجھ سے نکاح تو کر لیا لیکن میرا مہر تو بتاؤ؟ مسیلمہ نے کہا کہ تم جا کر اعلان کر دو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا سے پانچ نمازیں لائے تھے، اللہ رب العزت نے فجر اور عشاً کی دو نمازیں مومنوں کو سجاح کے مہر میں معاف کر دیں۔ (معاذ اللہ)

سجاح کا قبول اسلام:

سجاح کے بہت سے سرداران لشکر اور سمجھدار امتی نکاح کے واقعے سے بہت دل برداشتہ ہوئے اور آہستہ آہستہ اس سے بداعتقاد ہو کر الگ ہوتے گئے اور اس کی فوج میں بجائے ترقی کے انحطاط ہوتا چلا گیا۔ سجاح نے بھی یہ محسوس کر لیا کہ اس کی خود ساختہ نبوت اور فصاحت و بلاغت اب مزید کام نہیں آسکے گی، چنانچہ وہ قبیلہ بنی تغلب میں جس سے وہ ننہالی رشتہ رکھتی تھی رو کر خموشی کی زندگی بسر کرنے لگی۔

جب حضرت امیر معاویہؓ کا زمانہ آیا تو ایک سال سخت قحط پڑا تو انہوں نے بنی تغلب کو بصرہ میں آباد کر دیا، لہٰذا سجاح بھی ان کے ساتھ بصرہ آگئی اور یہاں آ کر اپنی پوری قوم کے ساتھ مسلمان ہو گئی اور پھر بڑی دینداری اور پرہیزگاری کی زندگی گزاری اور اسی ایمان کی حالت میں اس کی وفات ہوئی۔ بصرہ کے حاکم اور صحابیؓ حضرت سمرہ بن جندبؓ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ختم نبوۃ

قاضی محمد اسرائیل گڑنگی مانسہرہ

امّت کی مائیں

نبی کریم ﷺ کی نسبت مبارکہ کی وجہ سے ازواج مطہرات کا بہت ہی بلند مقام و مرتبہ ہے۔ آپ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں اور ہر امتی کے لئے اس کی حقیقی ماں سے بڑھ کر لائق تعظیم و واجب الاحترام ہیں۔

(زرقانی ص ۲۱۶ جلد ۳)

ازواج مطہرات کی تعداد گیارہ ہے' دو کا وصال حضرت نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہی ہوا حضرت خدیجۃ الکبریٰ' حضرت زینب بنت خذیمہ۔ نو بیبیاں نبی کریم ﷺ کی وفات اقدس کے وقت موجود تھیں۔ چھ خاندان قریش کے اونچے گھرانوں کی چشم و چراغ تھیں' جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

حضرت خدیجہ' حضرت عائشہ' حضرت حفصہ' حضرت ام حبیبہ' حضرت ام سلمہ' حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور چار عرب کے دوسرے قبائل سے تھیں' جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

حضرت زینب بن حجش' حضرت میمونہ' حضرت زینب بنت خذیمہ' ام المساکین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن

حضرت صفیہؓ بنت حی: یہ بنی اسرائیل کی ایک شریف النسب رئیس زادی تھیں' آپ کا سب سے پہلا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا اور جب تک وہ زندہ رہیں آپ ﷺ نے کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

(زرقانی جلد ۳ ص ۲۱۸ تا ۲۲۹)

مختصر سا تعارف

اہل بیت رسول ﷺ:

حضرت خدیجہ:

آپؓ کے والد کا نام خویلد' دادا کا نام اسد تھا' آپؓ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ آپؓ کی عمر مبارک ۶۵ سال ہوئی تو آپؓ کا وصال ہو گیا۔ ۲۵ سال نبی کریم ﷺ کی خدمت میں زندگی بسر کی۔ آپؓ کا وصال مکہ میں ہوا' خود نبی کریم ﷺ نے قبر میں اتارا' آپ کا وصال رمضان المبارک کے ماہ مبارک میں ہوا' جنت المعلیٰ میں آپؓ کی قبر بنائی گئی۔

(زرقانی ص ۲۲۷ جلد ۳' اکمال فی اسماء الرجال ص ۳۹۳)

حضرت سودہؓ:

آپؓ کے والد کا نام زمعہ' آپؓ کی والدہ کا نام شموس تھا۔ آپؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ میں شرکت کی۔ آپؓ جب بیوہ ہوئیں تو نبی کریم ﷺ سے نکاح ہوا۔ آپؓ سے حدیث کی مشہور کتابوں میں پانچ روایات ہیں' جن میں ایک بخاری میں ہے۔ آپؓ کے وصال کے اقوال مختلف ہیں۔ امام بخاریؒ کی رائے ۲۳ھ ہے صاحب اکمالؒ اور علامہ واقدیؒ کی شوال ۵۴ھ ہے۔ علامہ عسقلانیؒ نے تقریب التہذیب میں ان کی وفات شوال ۵۵ھ میں ہوئی لکھا ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت عائشہؓ:

آپؓ کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے' والدہ کا نام ام رومان تھا۔ شوال ۲ھ میں آپؓ کی رخصتی ہوئی۔ بیت رسول ﷺ میں صرف آپؓ ہی کنواری داخل ہوئی ہیں۔ آپؓ کے شاگردوں میں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ داخل ہیں۔ آپؓ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ ۱۷ رمضان المبارک ۵۷ھ یا ۵۸ھ کو مدینہ میں آپؓ کا وصال ہوا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی' رات کے وقت جنت البقیع میں دوسری ازواج مطہرات کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

(اکمال حاشیہ اکمال ص ۶۱۲ و زرقانی ص ۲۲۳ تا ۲۳۵)

حضرت حفصہؓ:

آپؓ کے والد حضرت عمر فاروقؓ تھے' آپؓ کی والدہ کا نام حضرت زینبؓ تھا۔ ۳ھ میں آپ کا بیوہ ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ سے نکاح ہوا۔ آپؓ بہت ذہین و فطین تھیں۔ آپؓ سے ساٹھ احادیث مروی ہیں جن میں پانچ بخاری شریف میں اور باقی دوسری حدیث کی کتب میں ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں بہت سے صحابہؓ اور تابعینؒ ہیں۔ شعبان ۴۵ھ میں وصال ہوا۔ مروان بن الحکم نے نماز جنازہ پڑھائی' جنت البقیع میں دوسری ازواج مطہرات کے پہلو میں دفن کیا گیا' وفات کے وقت آپؓ کی عمر ساٹھ یا تریسٹھ سال تھی۔

(زرقانی جلد ۳ ص ۲۳۹ تا ۲۳۸)

حضرت ام سلمہؓ:

آپؓ کا نام ہند اور کنیت ام سلمہؓ ہے مگر مشہور کنیت سے ہی ہیں' والد کا نام حذیفہ یا سہیل تھا

ختم نبوۃ

والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر تھا۔ آپؓ کا پہلا نکاح ابو سلمہؓ سے ہوا جو نبی کریم ﷺ کے رضاعی بھائی تھے۔ حبشہ کی طرف سب سے پہلے ان دونوں ہی نے ہجرت فرمائی۔ ۴ھ میں حضرت ابو سلمہؓ کا وصال ہوا' پھر بچوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے کاشانہ نبوت میں رہنے لگیں۔ آپؓ سے تین سو اٹھہتر احادیث مروی ہیں۔ بہت سے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ آپؓ کے شاگرد ہیں۔ ۵۹ھ میں مدینہ طیبہ میں چوراسی سال کی عمر میں وصال ہوا' حضرت سیدنا ابو ہریرۃؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ یاد رہے کہ آپؓ کی وفات کے سال میں اختلاف ہے۔

(زرقانی ص ۲۳۸، ۲۴۲، ۲۴۳ اکمال، حاشیہ اکمال ص ۵۹۹)

حضرت ام حبیبہؓ:

آپؓ کا نام رملہ تھا' والد گرامی سردار مکہ ابو سفیانؓ بن حرب تھے' والدہ کا نام صفیہ بنت العاص تھا۔ آپؓ کا نکاح حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے وکیل بن کر نبی کریم ﷺ سے کیا' مشہور واقعہ ہے کہ والد کو نبی کریم ﷺ کے بستر سے اٹھایا اور فرمایا کہ "یہ نبی کریم ﷺ کا بستر ہے تم مشرک اور ناپاک ہو۔" آپؓ سے ۶۵ احادیث مروی ہیں' جن میں سے دو حدیثیں بخاری و مسلم دونوں میں ہیں اور ایک وہ جس کو صرف مسلم نے نقل کیا ہے' باقی دوسری حدیث کی کتابوں میں ہیں۔ آپؓ کے بھائی امام سیاست حضرت امیر معاویہؓ ہیں۔ ۴۴ھ میں وفات ہوئی' جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

(زرقانی جلد ۳ ص ۲۴۴، ۲۴۳ مدارج نبوت جلد ۲ ص ۸۱۲، ۸۲۴)

حضرت زینبؓ:

آپؓ نبی کریم ﷺ کی پھوپھی حضرت امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے پہلے نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ سے کرایا تھا' جس کا ذکر قرآن میں سورۃ الاحزاب میں کیا گیا ہے' انجام کار یہ ہوا کہ طلاق ہوئی' اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے حضرت زینبؓ کا نکاح کر دیا۔ آپؓ سے گیارہ احادیث مروی ہیں' جن میں سے دو بخاری و مسلم میں ہیں باقی نو احادیث دوسری حدیث کی کتب میں ہیں' جب آپؓ کا وصال ہوا تو حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ مدینہ کے ہر کوچہ و بازار میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ تمام اہل مدینہ اپنی مقدس ماں کی نماز جنازہ کے لئے حاضر ہو جائیں' امیر المومنینؓ نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں ۵۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۲۴، جلد ۲)

حضرت زینبؓ:

آپؓ کے والد کا نام خذیمہ تھا' کثرت سے صدقات و خیرات کی وجہ سے اور مساکین کو کھلانے کی وجہ سے ام المساکین (مسکینوں کی ماں) لقب پڑ گیا۔ ۳ھ میں آپؓ کا نکاح نبی کریم ﷺ سے ہوا' نبی کریم ﷺ کے نکاح میں دو یا تین مہینے زندہ رہیں اور ربیع الاول ۴ھ میں تیس سال کی عمر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ یہ ماں کی طرف سے ام المومنین حضرت میمونہؓ کی بہن ہیں۔ (زرقانی جلد ۳ ص ۲۲۹)

حضرت میمونہؓ:

آپؓ کا پہلے نام برہ تھا' نبی کریم ﷺ نے بدل کر میمونہ رکھا۔ آپؓ کے والد کا نام حارث اور دادا کا حزن تھا' والدہ کا نام ہند نانا کا نام عوف تھا۔ ۷ھ میں عمرۃ القضاء سے واپسی پر مقام سرف میں ان کو اپنی قربت سے سرفراز فرمایا۔ آپؓ سے کل چھتر (۷۶) احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے سات بخاری و مسلم شریف دونوں میں ہیں ایک ایسی حدیث بھی ہے جو صرف بخاری میں ہے باقی دوسری حدیث کی کتابوں میں ہیں' ان کی وفات پر تین قول نقل ہیں مشہور قول ۵۱ھ کا ہے۔ ان کی وفات کے وقت ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن عباسؓ موجود تھے اور انہوں نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو قبر میں اتارا۔ محدث عطا کا بیان ہے کہ ہم لوگ ابن عباسؓ کے ساتھ حضرت میمونہؓ کے جنازہ میں شریک تھے۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بہ آواز بلند فرمایا کہ اے لوگو! یہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہیں' تم لوگ ان کے جنازہ کو بہت آہستہ آہستہ لے کر چلو اور ان کی مقدس لاش کو نہ جھنجھوڑو' حضرت یزید بن اصم کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضرت بی بی میمونہؓ کو مقام سرف میں اسی چھپر کی جگہ میں دفن کیا جس میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو پہلی بار اپنی قربت سے سرفراز فرمایا۔ (زرقانی جلد ۳ ص ۵۲۳)

حضرت جویریہؓ:

آپؓ کا پہلے نام برہ تھا' نبی کریم ﷺ نے بدل کر جویریہ رکھا' یہ قبیلہ بنی مصطلق کے سردار اعظم حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں۔ غزوہ مریسیع میں گرفتار ہوئیں اور پھر آزاد کر کے آپ ﷺ سے نکاح ہوا۔ آپؓ سے سات احادیث مروی ہیں' جن میں سے دو بخاری' دو مسلم اور تین دوسری حدیث کی کتابوں میں ہیں۔ ۵۰ھ میں مدینہ میں وفات پائی' حاکم مدینہ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں' وصال کے وقت ۶۵ سال عمر تھی' بہت ہی خوش نصیب خاتون تھیں' آپؓ کی وجہ سے پورے

ختم نبوۃ

خاندان کو عزت ملی۔

(زرقانی ص ۲۵۵ جلد ۳ مدارج النبوت ص ۴۸۱ جلد ۲)

حضرت صفیہؓ:

آپ کا نام زینب تھا' نبی کریم ﷺ نے تبدیل کر صفیہ رکھ دیا۔ آپؓ کے والد کا نام حیی تھا دادا کا نام اخطب تھا' ماں کا نام ضرہ اور نانا کا نام سموئل تھا۔ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ اور یہ بنی اسرائیل کا خاندان ہے۔ ۷ھ میں آپﷺ کا نکاح ہوا' آپؓ سے دس احادیث مروی ہیں' جن میں سے ایک حدیث بخاری و مسلم دونوں میں باقی نو احادیث دوسری کتب احادیث میں ہیں۔ آپؓ نے ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں' وفات کے سال میں دو قول ہیں ۵۰ھ' ۵۲ھ۔

(زرقانی جلد ۳ ص ۲۵۹' مدارج النبوۃ ص ۴۸۳ جلد ۲)

وضاحت:

ان گیارہ ازواج مطہرات میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ تو ہجرت سے پہلے ہی وفات پاچکی تھیں' حضرت زینب خذیمہؓ بھی نبی کریم ﷺ کے سامنے وفات پاگئیں' آپ ﷺ کے وصال اقدس کے وقت نو زندہ تھیں' جن میں سے آٹھ کی باریاں تھیں۔ حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردی تھی۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحشؓ نے وفات پائی۔ حضرت میمونہؓ سے آخری نکاح ہوا جس کے بعد آپ ﷺ نے کسی سے نکاح نہیں فرمایا اور سب سے آخر میں ازواج مطہرات میں سے حضرت ام المومنین ام سلمہؓ نے رحلت فرمائی ان کی وفات سے دنیا امہات المومنین کے وجود سے خالی ہوگئی۔

(سلام علیہن اجمعین)

نوٹ: ان کے علاوہ چار باندیاں تھیں جن میں سے حضرت ماریہ قبطیہؓ مشہور ہیں جن کے اسمائے درج ذیل ہیں:

حضرت ماریہ' حضرت ریحانہ' حضرت نفیسہ' چوتھی کا نام معلوم نہیں ہوسکا

(زرقانی ص ۲۷۴)

قارئین کرام! اچھی اولاد وہ ہے جو اپنی ماں کی عزت و ناموس کا خیال رکھے' یہ تو وہ روحانی مائیں ہیں' جن پر فرشتوں کے سلام آئے' اللہ کا سلام آیا' جنہوں نے سید دو عالم ﷺ کی خدمت کی' جنہوں نے ہر دکھ و غم میں نبی کریم ﷺ کا ساتھ دیا۔ یاد رہے یہ ناموس رسالت ﷺ کی پاسبان تھیں' جن کے نام و چادر کا بھی امت پر فرض ہے کہ ادب و احترام کریں' ان خوش نصیب ازواج مطہرات کے نصیب پر آسمان ناز کرے کہ ان کے شوہر امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے اللہ ہم کو ان اپنی روحانی ماؤں کا ادب و احترام کرنے کی توفیق عطا فرما' اسی پر زندہ رکھ کر اسی پر موت نصیب فرما۔ (آمین)

چیچہ وطنی میں ختم نبوت یوتھ فورس کے زیراہتمام ایک ہنگامی اجلاس

چیچہ وطنی (نمائندہ خصوصی) ختم نبوت یوتھ فورس کے زیراہتمام جامع مسجد رحیمیہ ریلوے روڈ میں ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت حضرت مولانا قاری زاہد اقبال نے کی۔ تلاوت قاری محمد اصغر عثمانی نے کی۔ تلاوت کے بعد کارروائی کا آغاز ہوا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا عبدالحکیم نعمانی نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت تمام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو حاصل کرنے کا بہترین اور واحد راستہ ہے، مسلمہ نے کسی دور میں بھی جھوٹے مدعی نبوت کو برداشت نہیں کیا بلکہ ہر جھوٹی نبوت کا قلع قمع کیا، آج سے چند سال قبل ہندوستان کے ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو الحمدللہ! بانی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قیادت میں تمام مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا، مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالحکیم نعمانی نے کہا کہ تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی نبوت کو ان کے منحوس مرتد حواری سادہ لوح مسلمانوں میں پھیلانے کے لئے کوشاں ہیں اور یہود و نصاریٰ سے ملنے والی رقوم سے عام لوگوں کو ویزہ، گرین کارڈ، نوکری، چھوکری کا لالچ دے کر گمراہ کرنے کے درپے ہیں۔ پرویزیت، یہودیت، عیسائی مشنری، گوہر شاہیت، عثمانیت اور مسعودی فرقہ یہ سب قادیانیت کی شاخیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت اس گندے سیلاب کو روکے اور فوری طور پر ان کا نوٹس لے، ورنہ غازی علم الدین شہیدؒ جیسے نوجوان ہزاروں کی تعداد میں اس کفر کو روکنے کے لئے بڑے بے تاب نظر آتے ہیں، مولانا عبدالحکیم نعمانی نے کہا کہ حکومت فوری طور پر ''ادارہ طلوع اسلام'' پر پابندی عائد کرے کیونکہ یہ ادارہ طلوع اسلام کے نام پر غروب اسلام کا کام کررہا ہے اور قرآن وحدیث، اجماع امت اور قیاس جو اہل سنت والجماعت کے متفقہ اصول ہیں ان کی دھجیاں بکھیرنے میں مصروف ہے۔ یہ ادارہ پانچ وقت کی نماز کو فرض نہیں کہتا، زکوٰۃ کو ٹیکس، حج کو بین الاقوامی کانفرنس اور قربانی کو اس کانفرنس کی میزبانی قرار دیتا ہے۔ نعوذباللہ

اجلاس میں حبیب اللہ چیمہ، قاری محمد اصغر عثمانی، حاجی محمد ایوب، مولانا کفایت اللہ، محمد شہباز فاروقی، مولانا فضل الرحمن، قاری محمد طارق، مولانا غلام مرتضیٰ جالپوری، محمد آصف معاویہ، حافظ محمد یٰسین ناظر، مولانا عبدالحکیم نعمانی، قاری محمد زاہد اقبال، مولانا احمد میاں ہاشمی، مولانا عبدالنعیم رحمانی، مولانا عبدالشکور، علامہ قاری مقصود احمد اور دیگر ساتھیوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور یقین دلایا کہ ہم تحفظ ختم نبوت کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہادیں گے۔

ختم نبوة

علی اصغر چوہدری

قلب کی حالتیں

> ''جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح ہو گیا تو گویا سارا جسم صحیح ہو گیا، اگر اس میں فساد واقع ہو گیا تو گویا سارے جسم میں فساد واقع ہو گیا، جان لو کہ وہ قلب (دل) ہے۔''

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

حضرت دل کے ہاتھوں صدمے سہتے سہتے جب نڈھال ہو گیا تو ایک روز میں نے بصد ادب ان سے پوچھا:

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

اس پر تھوڑے سے توقف کے بعد فرمایا:

''آج کل ہم اپنے خصوصی اختیارات سے کام لے رہے ہیں۔''

یہ سن کر میں لاجواب سا ہو گیا کیونکہ:

دل دریا سمندروں ڈونگے کون دلاں دیاں جانیں

''حضرت میرا اور آپ کا یارانہ تقریباً پچپن سال پرانا ہے، کوئی آج کی بات تو ہے نہیں۔ اتنے طویل عرصہ تک آپ نے کبھی اپنے خصوصی اختیارات سے کام نہیں لیا تھا، پھر اب کیا خاص بات ہے جو آپ نہ صرف خصوصی اختیارات سے ہی کام لے رہے ہیں، بلکہ خصوصی التفات بھی فرما رہے ہیں۔''

غالباً کچھ بتانے سے گریز تھا، اس لئے تھوڑی دیر تک ڈبکی لگا گئے ان کی ادا ٹھہری اور ہماری جان پر بن گئی، ٹھنڈے پسینے میں نہا گئے، سانس کا سلسلہ منقطع ہونے لگا، آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا اور ہم نے سمجھ لیا کہ حضرت دل ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے ہیں، لیکن خدا خدا کر کے انہیں کچھ خیال آیا اور آہستہ آہستہ یوں گویا ہوئے:

''تم خوب جانتے ہو کہ ہم رئیس بدن ہیں، اور ہماری سرکار میں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہے، لیکن میاں دماغ ہیں کہ اس جابرانہ دور کی سختیوں سے مجبور ہو کر ہمیں اسیر زنداں کر کے اپنا اس طرح کا تانا بانا بنتے رہتے ہیں۔ جس سے ان کے خیال میں ہمیں رہائی نصیب نہ ہو گی اور ہم ہیں کہ رہتی آزادی کی جنگ لڑتے ہوئے کبھی تو چاہتے ہیں کہ پسلیوں کی فصیل سے باہر نکل کر سب کو مزا چکھا دیں، اور کبھی کبھی دشمن کی بمباری سے بچنے کے لئے پھیپھڑوں کی خندق میں ڈبکی لگا لیتے ہیں، آخر تم میاں دماغ سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ اس قسم کی بچگانہ اور فضول حرکتوں سے باز آجائے۔''

یہ سن کر آنکھیں کھل گئیں، چودہ طبق روشن ہو گئے اور حضرت دل کے فرمودات پر تھوڑی دیر تک غور و فکر کرنے کے بعد اصل صورت حال واضح ہو گئی، یعنی قصور حضرت دل کا نہیں ہے بلکہ میاں دماغ کا ہے جو بلاوجہ سوچتے رہتے ہیں کیونکہ ان کی اس سوچ سے حضرت دل کو ناقابل برداشت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ اس لئے دل مجبور ہو کر کبھی کبھی اپنے خصوصی اختیارات سے کام لے کر میرے لئے سوہان روح بن جاتے ہیں۔

اگرچہ حضرت دل کی بات معقول تھی لیکن جب ان سے عرض کیا گیا کہ اپنے خصوصی اختیارات سے کام لے کر مجھ پر رحم کیا جائے، میاں دماغ کو بھی معاف کر دیا جائے اور آئندہ سینے سے باہر جھانکنے یا ڈبکی لگانے سے گریز کیا جائے تاکہ زندگی کی دوڑ میں اس سے پہلے بھی جس طرح ہم سب مل جل کر قدم اٹھاتے رہے ہیں، اب بھی دوڑ میں اس وقت تک تعاون اور محبت کا سلسلہ قائم رکھیں جب تک کہ منزل کو نہ پہنچ جائیں لیکن حضرت دل نے میری اس عرضداشت پر غور کرنے سے صاف انکار کر دیا حتیٰ کہ اس قدر پرانی دوستی کا واسطہ بھی ٹھکرا دیا اس پر مجھے سخت صدمہ ہوا اور میں نے:

ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

بلا کسی رو رعایت کے حضرت دل سے کہہ دیا کہ میں بھی اب لگی لپٹی رکھے بغیر آپ کا سارا کچا چٹھا میدان سیاست کے ہر کھلاڑی کو بتا دوں گا تاکہ آپ کے خصوصی اختیارات کے خلاف کوئی پرزور تحریک چلائی جائے اور اس بات کی بھی پوری پوری کوشش کروں گا کہ پاکستان کے کونے کونے تک آپ کے تمام اسرار پہنچا دوں گا، تاکہ ڈنکے کی اس چوٹ سے سب کے کان کھڑے ہو جائیں، اس پر حضرت دل کچھ چونکے مگر میں نے انہیں کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر عرض کیا:

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیں ہوتیں

حضرت دل اور شعراً:

شعرائے کرام نے حضرت دل کو مختلف زاویوں سے نشانہ بنایا ہے اور اطبا کی پیش کردہ کئی حقیقتوں کا خوب مذاق اڑایا، مثلاً اطبا کہتے ہیں کہ دل اپنی عضلاتی حرکت سے خون کو رواں رکھنے کا کام پمپ کی طرح لیتا ہے لیکن شاعر نے اس

ختم نبوۃ

ڈھول کا پول یوں کھولا ہے:

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون کا نکلا

حضرت دل کو ناز ہے کہ ہم رئیس بدن ہیں اور میرے بغیر کوئی کام نہیں چل سکتا، مگر حسرت موہانی فرماتے ہیں:

آرزو تیری برقرار رہے
دل کا کیا ہے رہا رہا نہ رہا

لیجئے حضرت دل کی شیخی کرکری ہوئی، البتہ ان کی حمایت میں میر درد فرماتے ہیں:

سب خون دل ٹپک گیا بوند بوند کر
اے درد بسکہ عشق سے میں تھا شکستہ دل

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

دل بھی اے درد قطرۂ خون تھا
آنسوؤں میں کہیں گرا ہو گا

حسرت موہانی تو ٹھہرے مجسم حسرت، کپڑے کی دکان (کھدر بھنڈار) کو انہوں نے چلایا، چکی انہوں نے پیسی، مشق سخن میں انہوں نے اپنی جان کو گھلایا، اس لئے اگر انہوں نے حضرت دل کی مٹی پلید کردی تو یہ کوئی اچھا نہیں ہے، کیونکہ ہر کسی کا تجربہ اور ظرف الگ الگ ہے۔ میر درد فرماتے ہیں:

یارب یہ دل ہے یا کوئی مہماں سرائے ہے
غم رہ گیا کبھی، کبھی آرام رہ گیا

گویا آپ رئیس بدن نہیں ہیں بلکہ سرائے بدن ہیں اور پھر آپ ہیں کہ رین بسیرا کرنے والا بھی آپ کی مصیبت سے نا آشنا ہی رہتا ہے، کیونکہ ہمارے جگری دوست خان نصیرالدین نصیر کا مشاہدہ ہے:

دل کو لگی ہے آگ اور دل آرا ہے بےخبر
ایسا کوئی مکان نہ ہو کوئی ایسا مکیں نہ ہو

البتہ میر درد کا ذاتی تجربہ اس کے بالکل مختلف ہے وہ فرماتے ہیں:

بسا ہے کون ترے دل میں گلبدن اے درد
کہ بو گلاب کی آئی ترے پسینے سے

حضرت دل کے پاس کچھ ایسا سحر سامری ہے، کہ چھلاوے کی طرح کسی کو کچھ بن کر نظر آتے ہیں اور کسی کو کچھ اور ہی رنگ سے دکھائی دیتے ہیں، غالب کہتے ہیں:

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

لیجئے غالب کو دل جاندار محسوس ہوتا ہے، اور میر درد کہتے ہیں یہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے، آخر کس کی مانیں؟ میر صاحب کو اپنے قول پر اصرار ہے فرماتے ہیں:

مرتا نہیں ہوں کچھ میں اس سخت دل کے ہاتھوں
پٹتا ہوں آپ اپنے کم بخت دل کے ہاتھوں

جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا ہے۔ حضرت دل سامری سے بڑھ کر ساحر ہیں، انہوں نے ہی میر صاحب کو کسی دوسرے موقع پر اس طرح اپنی جھلک دکھائی کہ حضرت دل بےاختیار بول اٹھے:

محتسب آج تو میخانہ میں تیرے ہاتھوں
دل نہ تھا کوئی کہ شیشے کی طرح چور نہ تھا

بلکہ جب میر صاحب کے محبوب نے اس شیشے کا شکوہ کیا تو بارگاہ محبوب میں عرض کیا:

مزاج نازک اگر دل سے کچھ مکدر ہو
یہ آئینہ ہم ابھی پاش پاش کرتے ہیں

دراصل میر صاحب کا دل ہی عجب چوں چوں کا مربہ اور چیستان ہے خود فرماتے ہیں:

☆ میں دل کے ساتھ کب تئیں کشتی لڑا کروں
اب اختیار ہاتھ سے جاتا ہے
☆ بارے یہ داغ عشق ہوا شہریار دل
مدت سے بے چراغ پڑا تھا دیار دل
☆ اٹھتا ہے بعد مرگ بھی مانند گرد باد
اے درد خاک سے مری اب تک غبار دل
☆ کیا کہوں دل کا کسو سے قصہ آوارگی
کوئی بھی بے ربط ہوتی ہے کہانی اسقدر

اس دل کے ہاتھوں مرنے کے بعد بھی چین نصیب نہیں ہوتا، اور لوگوں کو اس کی فکر رہتی ہے کہیں قبر میں ہونے کے باوجود حضرت دل کو ٹھیس نہ لگے، ایک فارسی شاعر نے اس خدشہ کے پیش نظر اپنے لوح تربت پر یہ کندہ کرادیا تھا:

آہستہ برگ گل بفشاں بر مزار ما
بس نازک است شیشہ دل در کنار ما

حضرت دل کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھاتے ہوئے یکا یک خیال آیا کہ ان سے بگاڑ مناسب نہیں ہے۔ آخر پرانی دوستی ہے جو ہوگیا سو ہوگیا، ہم معذرت خواہ ہیں آئندہ جب بھی کچھ کہیں گے ان کے حق میں ہی کہیں گے، ہمیں اعتراف ہے کہ نہ ہم خواجہ دل محمد صاحب دل ہیں کہ مجسم دل ہی دل ہوں اور دماغ کو بن باس دے دیں اور نہ بیدل ہیں کہ ان کے وجود سے ہی منکر ہو جائیں۔ ہم تو ان کے خدمت گزاروں میں سے ہیں اور کئی سالوں سے نہایت خوشبودار ادویہ جن میں خمیرۂ گاؤزبان، عنبری جواہردار، کشتہ مرجان جواہر دار، خمیرہ ابریشم حکیم ارشد والا اور حب جواہر وغیرہ ان کی خدمت میں وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہتے ہیں کہ حضرت کا مزاج شگفتہ رہے، اور ہمیں نگاہ التفات سے نوازتے رہیں، البتہ خصوصی اختیارات کا تختہ مشق بننے کے ہم قابل نہیں ہیں، اس لئے آخر میں حضرت داغ کے اس اعلان پر ہم اپنی خرافات کو ختم کرتے ہیں:

لاکھ دینے کا ایک دینا ہے
دل بے مدعا دیا تو نے

حضرتِ دل اور صوفیائے کرام:

جب اس عنوان کے تحت کچھ لکھنا چاہا تو بولے: ''کیا لکھو گے'' عرض کیا: ''حضرات صوفیائے کرام جو کچھ آپ کے متعلق فرماتے ہیں وہی لکھوں گا۔''

اس کے بعد خاموش ہو گئے۔

صوفیائے کرامؒ تو اللہ جل شانہ کے دوست ہوتے ہیں، اس لئے ان کے مشاہدات اور تجربات بڑے قابل قدر ہیں، اور ہم شعرائے کرام سے ان کا مقابلہ کرنے کی بجائے قارئین سے گزارش کریں گے کہ وہ ان حضرات کے فرمودات پر غور کریں اور ان کی ذاتی واردات کو مشعل راہ بنائیں۔

حضرات صوفیائے کرام حضرت دل کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں، اس کا آغاز ہم میر دردؔ کے کلام سے کرتے ہیں کیونکہ وہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک روشن چراغ تھے:

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے
قاصد نہیں یہ کام تیرا اپنی راہ لے
اس کا پیام دل کے سوا کون لا سکے
دل کو سیاہ مت کر کچھ بھی تجھے جو ہوش ہے
کہتے ہیں کعبہ اس کو اور کعبہ سیاہ پوش ہے
احوال دو عالم ہے میرے دل پہ ہویدا
سمجھا نہیں تا حال پر اپنے تئیں کیا ہوں
کیا فرق داغ و گل میں اگر گل میں بو نہ ہو
کس کام کا وہ دل ہے کہ جس دل میں تو نہ ہو
فارغ ہو بیٹھ فکر سے دونوں جہاں کی
خطرہ جو ہے سو آئینہ دل پہ زنگ ہے
ہے محال عقل زیر آسماں
خرم ہو جس دل میں وہ خرم رہے

ماہر القادری فرماتے ہیں:

اس دل پہ خدا کی رحمت ہے جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے
اک بار خطا ہو جاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

نہ بچا بچا کر تو رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو کر عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

اب حضرات صوفیائے کرام کے مختلف ارشادات پیش خدمت ہیں:

اللہ تعالیٰ نے قلوب کو اس وصف پر پیدا فرمایا ہے کہ جو ان پر احسان کرتا ہے، لازماً اس کی طرف محبت کے ساتھ مائل ہوتے ہیں، مجھے اس دل پر تعجب ہوتا ہے جو خداوند تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا محسن نہیں دیکھتا پھر وہ کیسے پورے کا پورا اس کی طرف نہیں جھک پڑتا۔

دل کا سکون اور قلب کی طمانیت اللہ کی عطیات میں سے ہے، اور یہ اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ بندہ خدا کی رضا کو مقدم جانے اور اپنی مرضی کو بعد میں رکھے۔

بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو جو کچھ پہلے وہاں موجود ہوتا ہے، اس کو تہ و بالا کر دیتے ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ معرفت کا بادشاہ (ایمان) کسی دل کی بستی میں فاتحانہ داخل ہو اور پھر بھی اس کے منافی کوئی چیز اس بستی میں باقی رہ جائے۔ ایسی سب چیزوں کی ولایت اور حکمرانی وہاں سے لازماً ختم ہو گی۔ ایمان کے فاتحانہ داخلہ کے بعد تو ایسا دل جو کچھ دیکھتا ہے، جو کچھ سوچتا اور سنتا ہے، اور جو کچھ کرتا ہے سب امر الٰہی کے دائرے کے اندر ہوتا ہے۔

کثیر الکلامی سے بچو! الا یہ کہ وہ ذکر ہو، زیادہ بولنا دل کو سخت کر دیتا ہے، دل کی سختی انسان کو خدا سے دور کر دیتی ہے، اور تمہیں اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

بندے کی ہلاکت اس کے دل کی خرابی ہے، اور دل میں خرابی آ جانے سے بڑا انسان کے لئے کوئی نقصان نہیں ہے۔

جس شخص کا دل سرتاپا خدا کی باتوں میں ڈوبا ہوا نہ ہو اس کے لئے سارا فتنہ اور آفت ہے۔

☆☆............☆☆

مولانا عبدالحکیم نعمانی کا تلمبہ، میاں چنوں کا تبلیغی و اصلاحی دورہ

میاں چنوں (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا عبدالحکیم نعمانی نے میاں چنوں اور تلمبہ کا تبلیغی و اصلاحی دورہ کیا، جامع مسجد عثمانیہ، جامع مسجد مکی، مدرسہ محمودیہ، دارالعلوم سراجیہ اور مدرسہ قوۃ الاسلام میں خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امت محمدیہ میں جو پہلا اجماع ہوا وہ اسی مسئلہ پر ہوا کہ جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے اس کو قتل کیا جائے۔ اسود عنسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں دعویٰ نبوت کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے صحابیؓ کو اس کے قتل کے لئے روانہ فرمایا۔ صحابیؓ نے اسود عنسی کا سر قلم کیا، مسیلمہ کذاب نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا، صدیق اکبرؓ نے سب سے پہلا کام اس کے قتل کا کیا، انہوں نے کہا کہ بدبخت گوہر شاہی روحانیت کو آڑ بنا کر اپنی نبوت کا سکہ جمانا چاہتا ہے لیکن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے محدود وسائل کے باوجود اس کا ناطقہ بند کئے ہوئے ہے۔

بعد ازاں مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالحکیم نعمانی نے تلمبہ شہر کا دورہ کیا اور جامع مسجد بلال، مدرسہ قادریہ، جامع مسجد تلمبہ، جامع مسجد مدنی اور دیگر مساجد میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس پرفتن دور میں ہر طرف سے دین اسلام پر فتنوں کی یلغار اور بھرمار ہے، لیکن سب سے زیادہ خطرناک فتنہ قادیانیت کا فتنہ ہے۔ جس کی بنیاد مرزا غلام احمد نے رکھی تھی۔ اولاً اس نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا، پھر امام مہدی ہونے کا، پھر مثیل مسیح ہونے کا پھر مسیح اور عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنی نام نہاد مسیحیت کی آڑ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا مدعی بنا اور ان کے رفع الی السماء کو محال قرار دے کر صدہا اوراق سیاہ کر ڈالے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور جو شخص مر کر دفن ہو گیا ہو وہ قیامت سے پہلے زندہ ہو کر دنیا میں نہیں آ سکتا اور یہ کہ قرآن و حدیث میں جس عیسیٰ کے نازل ہونے کا تذکرہ ملتا ہے وہ میں ہوں۔ لیکن جب مرزا غلام احمد اس اپنی اختراعی منطق میں کامیاب نہ ہو سکا تو پھر اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور پھر خدا ہونے کا دعویٰ کر دیا، ستر سے زائد دعوے اس بدبخت نے کئے اور کوئی دعویٰ بھی اس پر فٹ نہیں آتا۔

ختم نبوة

سعود ساحر صاحب

مراسلہ: محمد طاہر رزاق

جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ میں

مسلمانوں کے خلاف مرزائیوں کے مقدمہ کی روداد

جنوبی افریقہ کے مرزائیوں نے وہاں کی سپریم کورٹ میں جو مقدمہ کیا تھا، "احمدیہ انجمن اشاعت اسلام" اس میں مدعی تھی۔ مقدمہ میں تین نکات کو بنیاد بنایا گیا۔

۱۔ ہم باقاعدہ مسلمان ہیں، لیکن مسلمان ہمیں کافر قرار دیتے ہیں۔ مسلمان ہمیں مرزا غلام احمد کے پیروکار ہونے کی وجہ سے کافر کہتے ہیں۔ اس سے ہمارے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور ہتک عزت ہوتی ہے۔ ہمیں دائرہ اسلام سے خارج سمجھنے کے لئے مسلمانوں کے پاس کوئی معقول وجہ نہیں۔ عام قانون (کامن لاء) اور عدالتی نظام کے تحت کئی دفعہ یہ بات عدالتوں میں گئی۔ ہمارا اسلام زیر بحث آیا، عدالتوں نے ہمارے حق میں فیصلہ دیا۔ ان فیصلوں کو غیر موثر قرار دینے کے لئے ہمیں کافر کہہ کر ہماری ہتک کرتے ہیں۔ ایک تو اس کا ہرجانہ دلوایا جائے۔ دوسرے انہیں مستقل طور پر منع کیا جائے کہ اپنی تقریر یا تحریر میں ہمیں کافر نہ کہیں۔

۲۔ مسلمان یہاں اپنی مساجد میں نماز پڑھنے سے ہمیں روکتے ہیں۔ مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہے۔ ہر مسلمان کا حق ہے کہ مسجد میں نماز پڑھے۔ کوئی شخص کسی مسلمان کو مسجد میں نماز پڑھنے سے نہیں روک سکتا۔ ہم بھی مسلمان ہیں یہاں کے سنی مسلمانوں کو پابند کیا جائے کہ ہمیں مسجد میں نماز ادا کرنے سے نہ روکیں۔

۳۔ مسلمانوں کے لئے مخصوص قبرستانوں میں سنی مسلمان ہمیں اپنے مردے دفن کرنے سے روکتے ہیں۔ انہیں مستقل طور پر پابند کیا جائے کہ ہمیں مسلمانوں کے لئے مخصوص قبرستانوں میں اپنے مردے دفن کرنے سے نہ روکیں۔

مرزائیوں نے وہاں کی اسلامی تنظیموں کے سربراہ و مسلم علماء کی عظیم تنظیم جس کا نام جوڈیشل کونسل ہے، مختلف مساجد کے امام صاحبان، مسلم قبرستان کے نگران سمیت کل نو افراد کو فریق بنایا۔ مرزائیوں نے عارضی حکم امتناعی مانگا۔ عدالت نے درخواست منظور کرتے ہوئے عارضی حکم امتیازی جاری کر دیا۔

جنوبی افریقہ کی مسلم تنظیموں نے رابطہ عالم اسلامی اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان سے رابطہ قائم کیا اور اس دوران مرزائیوں کے دعویٰ کا جواب داخل کر دیا۔ رابطہ عالم اسلامی اور مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے لبیک کہتے ہوئے مشترکہ وفد تشکیل دیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے تین وکلاء اور تین علماء تھے۔ وکلاء میں میرے (سید ریاض الحسن گیلانی) کے علاوہ سابق اٹارنی جنرل پاکستان حاجی شیخ غیاث محمد، انوار احمد قادری ایڈووکیٹ شامل تھے۔ علماء میں ملتان کے مولانا عبدالرحیم اشعر، معروف مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) مفتی زین العابدین اور سپریم کورٹ شریعت اپیلانٹ بنچ کے جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی تھے۔ رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے مولانا ظفر احمد انصاری اور جسٹس ریٹائرڈ محمد افضل چیمہ تھے۔ پروفیسر خورشید احمد کو لندن سے جنوبی افریقہ پہنچ کر وفد میں شامل ہونا تھا۔

۵ ستمبر کو نماز مغرب کے بعد ہم کراچی سے نیروبی (کینیا) روانہ ہوئے۔ نیروبی سے ہم نے جنوبی افریقہ کے مسلمانوں سے فون پر رابطہ قائم کیا۔ مفتی زین العابدین، جناب جسٹس محمد تقی عثمانی تبلیغ کیلئے پہلے بھی جنوبی افریقہ جاتے رہے ہیں۔ وہاں کے مسلمانوں سے ان کے ذاتی مراسم ہیں۔ ان سے ہمارا رابطہ ہوا تو انہیں بے حد مسرت ہوئی اور اپنی وزارت داخلہ سے دو گھنٹے کے اندر ہمارے لئے اجازت نامہ حاصل کیا۔

نیروبی کے مسلمانوں کو جب معلوم ہوا کہ غلامان محمد ﷺ کا وفد جنوبی افریقہ میں تحفظ ختم نبوت کے پروانوں کی قانونی امداد کے لئے آیا ہے تو انہوں نے دیدہ و دل فرش راہ کیے۔ اس موضوع پر کھل کر باتیں ہوئیں۔ علاوہ ازیں معلوم ہوا کہ نیروبی میں مسلمانوں کی حالت بڑی مخدوش ہے۔ ہمارے جانے سے ایک ہفتہ پہلے وہاں کی حکومت کی گرفت ذرا ڈھیلی پڑی تو حبشی النسل لوگوں نے ایشیائیوں کو بری طرح لوٹا۔ ان کے کاروباری مراکز پر حملے کیے۔ عورتوں سے غیر انسانی سلوک کیا، مسلمان اس پر سہمے ہوئے تھے۔

نیروبی سے ہم جوہنسبرگ پہنچے۔ مسلمانوں نے بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ وہاں والنزوال،

ختم نبوت

اعلیٰ پائے کی دینی درس گاہ ہے۔ شاندار لائبریری مفید کتابوں سے بھری ہوئی ہے۔ مسلمان بچوں کو یہاں دینی تعلیم دی جاتی ہے۔ اسی دارالعلوم کے بورڈنگ ہاؤس میں ہمارے قیام کا اہتمام ہوا۔ مقامی وکلاء سے ملاقات ہوئی۔ ہمیں مقامی قانون، ضابطے اور مقدمے کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرنے میں بڑی مدد ملی۔ مقدمہ سپریم کورٹ کیپ ٹاؤن میں زیر سماعت تھا۔ تاریخ سماعت ۹ ستمبر تھی۔ ہم وہاں ۷ ستمبر کو پہنچ گئے۔ کیپ ٹاؤن کے مسلمانوں نے ایئرپورٹ پر ہمارا شاندار استقبال کیا۔ مسرت اور اطمینان کا اظہار کیا گیا۔ سب سے پہلے ان وکلاء سے ملاقات ہوئی جو مرزائیوں کے دعویٰ کا جواب دائر کر چکے تھے۔ یہ وکیل مسلمان تھے۔ وکلاء کی ٹیم مقدمہ کی تیاری میں مصروف ہو گئی۔ ہم نے جن خطوط پر کیس چلانے کی تجاویز دیں، مسلمانوں کے مقامی وکیل جناب محمد اسماعیل ایڈووکیٹ نے وہ تجاویز پسند اور منظور کیں، طے کیا گیا کہ تحریری بحث تیار کر کے عدالت میں پیش کر دی جائے۔ اس کی روشنی میں وضاحت طلب باتیں عدالت میں کی جائیں، یہ بھی طے ہوا کہ تحریری بحث کی روشنی میں بحث مقامی وکیل ہی کریں گے۔ یہ ۸ ستمبر کا دن تھا۔ اسی شام لندن سے پروفیسر خورشید احمد بھی پہنچ گئے۔

اگلی صبح ہم عدالت میں پہنچے تو کمرۂ عدالت کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سامعین کی تعداد کے پیش نظر سماعت بڑے کورٹ روم میں ہو رہی تھی۔ سپریم کورٹ کے سنگل بنچ نے سماعت کی جو جسٹس ہیفر (Heever) پر مشتمل تھی۔ جنوبی افریقہ کا عدالتی نظام اور طریقہ ہم سے ملتا جلتا ہے۔ کارروائی انگریزی زبان میں ہوئی۔ ہمارے لئے ماحول اجنبی نہیں تھا۔

جنوبی افریقہ میں عدلیہ کی تنظیم اس صورت میں ہے کہ پورے ملک کی اعلیٰ عدالت کا نام سپریم کورٹ ہے۔ یہ ملک چار صوبوں پر مشتمل ہے۔ جن کے نام یہ ہیں:

(۱) ٹرانسوال (۲) آرنج فری سٹیٹ (۳) نیٹال (۴) کیپ ٹاؤن

ہر صوبہ میں سپریم کورٹ کی ایک بنچ ہے۔

ہمارا کیس کیپ ٹاؤن میں تھا۔ پارلیمنٹ کیپ ٹاؤن میں ہے۔ انتظامیہ کے سربراہ پری ٹوریا میں بیٹھے ہیں جو صوبہ ٹرانسوال کا ایک شہر ہے۔ سپریم کورٹ کا اپیل بنچ آرنج فری سٹیٹ میں واقع ہے۔

قادیانیوں کی طرف سے مشہور اور ممتاز سینئر وکلاء کی ایک ٹیم تھی۔ یہ تمام وکلاء یہودی تھے، ان کی معاونت قادیانی کر رہے تھے۔ یہودی وکلاء کی ٹیم کے قائد سپریم کورٹ کے سابق جج مسٹر ینگ تھے اور وہی مقدمہ کے بڑے وکیل (لیڈنگ ایڈووکیٹ) تھے۔ ہم دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہودی اس مقدمہ میں مرزائیوں سے بھی زیادہ سرگرم تھے۔ وہ اپنی سرگرمیوں اور تائید و معاونت کے حوالے سے اسے اپنا مقدمہ سمجھے ہوئے تھے۔ جنوبی افریقہ بڑا امیر ملک ہے۔ ہیرے، جواہرات، لوہے اور کوئلے کی کانیں نجی ملکیت ہیں اور تمام مالکان یہودی ہیں۔ وہاں پریس بھی یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ یہودی اثر و رسوخ کی وجہ سے اخبارات میں مقدمہ کی رپورٹنگ کا جھکاؤ قادیانیوں کے حق میں تھا اور اخبارات قادیانیوں کے بارے میں حقائق کو مسخ کر رہے تھے۔ کورٹ روم میں باقاعدہ پریس گیلری تھی۔ وہاں بڑی دلچسپ صورت حال دیکھنے میں آئی۔ اخبار نویسوں کے ساتھ ایشین نژاد نوجوان قادیانی لڑکیاں میک اپ سے لدی پھندی اور خوشبو سے مہکی مہکی بیٹھی تھیں۔

مسٹر ینگ نے بحث کا آغاز کیا۔ عدالت کا وقت ختم ہونے میں نصف گھنٹہ باقی تھا کہ اس کی بحث ختم ہوئی، مسلمانوں کے وکیل جناب محمد اسماعیل نے اپنی تحریری بحث دائر کر کے جوابی بحث کا خاکہ بتایا۔ ساتھ ہی ہمارا تعارف کرایا کہ پاکستان سے ماہر وکلاء اور جید علماء کی ٹیم پیروی کے لئے آئی ہے۔

مسلمانوں کی تحریری بحث کے اہم نکات:

۱۔ کسی نبیؑ کی امت میں شامل ہونے یا اس سے خارج ہونے کا بنیادی معیار اس نبیؑ کی نبوت پر ایمان لانے کے ساتھ اس کے آخری نبی ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جس طرح سچے عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی نبوت پر ایمان لانے کے ساتھ ان کو آخری نبی بھی مانتے ہیں اور جو عیسائی نبی اکرم حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آئے تو وہ عیسائیت سے خارج ہو کر حضرت محمد ﷺ کی امت میں شامل ہو جاتا ہے۔ جو عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو آخری نبی نہیں مانتا ہے، عیسائی رہتا ہے۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی امت میں شامل ہونے کے لئے بھی دو ہی امور لازمہ ہیں۔

(الف) آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانا۔

(ب) آپ ﷺ کو آخری نبی تسلیم کرنا۔

جو شخص آپ ﷺ کی نبوت کے بعد کسی اور پر ایمان لائے، وہ امت مسلمہ سے خارج ہو جائے گا، یہ وہ اصول ہے جس کو کسی بھی صورت میں کوئی معقول آدمی جھٹلا نہیں سکتا۔

۲۔ مرزا غلام احمد کی اپنی شائع شدہ کتابیں موجود ہیں جن میں واضح، غیر مبہم اور صاف سیدھے الفاظ میں اس نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور واضح طور پر کہا ہے "اس پر وحی کی بارش ہوتی ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور جو شخص

ختم نبوة

اس پر ایمان نہیں لاتا، وہ کافر ہے اور اس کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھنی چاہئے۔" لہٰذا خود مرزا غلام احمد کے اپنے موقف کے مطابق مرزائی، مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ وہ خود مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اسلام کا مسلمہ حکم، اصول اور فرمان ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو کافر قرار دے، وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔

۳۔ مرزائیوں کے دونوں گروہوں میں اس بات پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کو کافر قرار دینے والے "کافر" ہیں۔ دونوں گروپوں کے سربراہوں خصوصاً لاہوری گروپ کے سربراہ مولوی محمد علی کی کتاب "رد تکفیر اہل قبلہ" میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ غلام احمد کو کافر قرار دینے والے یقیناً "کافر" ہیں۔ مسلمان مرزا غلام احمد کو مدعی نبوت اور کافر قرار دینے میں متفق ہیں۔ اس لئے مرزائیوں کے دونوں نقطہ ہائے نظر سے مسلمان "کافر" ہیں۔ اس طرح بھی مرزائیوں کے اپنے موقف کے مطابق وہ مسلمانوں سے الگ گروہ ہیں۔

۴۔ حکم امتناعی کا مطلب صورت حال جوں کی توں رکھنا ہوتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ صورت حال بدل دی جائے۔ اس عدالت سے انہوں نے جو حکم امتناعی حاصل کیا، اس سے صورت حال جوں کی توں رہنے کی بجائے بالکل تبدیل ہو جاتی ہے۔ مسلمان ایک صدی سے مرزائیوں کو کافر قرار دیتے آئے ہیں۔ مسلمانوں نے انہیں کبھی بھی مسجدوں میں داخل نہیں ہونے دیا۔ اپنے قبرستانوں میں مرزائیوں کو مردے دفن کرنے کی اجازت نہیں دی۔ لہٰذا اس مقدمہ میں حکم امتناعی حاصل کرتے وقت انہوں نے عدالت کے سامنے صحیح صورت حال پیش نہیں کی ورنہ فاضل عدالت سے حکم امتناعی حاصل نہ کر سکتے۔

۵۔ حکم امتناعی کا یہ بنیادی اصول ہے کہ اگر حکم امتناعی جاری نہ کیا گیا تو درخواست گزار کو ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔ جرمانے اور ہرجانے کی صورت میں اس کی تلافی نہیں کی جاسکے گی، اگر مسلمانوں کے لئے مخصوص قبرستان میں مردے دفن کرنے کی اجازت نہ دی جائے تو یہ کہیں اور دفن کر سکتے ہیں۔ ان کے خرچ میں تھوڑا فرق پڑے گا۔ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے کی صورت میں ساٹھ رینڈ مساوی ایک ڈالر اور حکومت کی اجازت سے کسی جگہ دفن کرنے کی صورت میں ۲۴۰ رینڈ خرچ کرنا پڑیں گے۔ ظاہر ہے یہ ناقابل تلافی نقصان نہیں ہے۔

۶۔ مرزائیوں کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے انبیائے کرام بالخصوص حضرت عیسیٰ کی شان میں بڑی دیدہ دلیری سے گستاخیاں کی ہیں۔ جو شخص جناب رسول مقبول ﷺ یا کسی اور نبی کی توہین کا مرتکب ہو، وہ ہرگز مسلمان نہیں ہے۔

ابتدائی عذر کے طور پر سابق اٹارنی جنرل حاجی شیخ غیاث محمد نے یہ نکتہ اٹھایا کہ یہ مقدمہ ایک انجمن کی طرف سے دائر کیا گیا ہے۔ جبکہ مقدمہ کی نوعیت صرف اسی صورت میں از روئے قانون چلنے کے قابل ہو سکتی ہے کہ مخصوص افراد کی طرف سے دائر کیا جاتا۔ چونکہ یہ ایک انجمن کی طرف سے دائر کیا گیا ہے، لہٰذا صرف اسی بنیاد پر ہی خارج کر دیئے جانے کے قابل ہے۔ جب ہم عدالت میں پہنچے تو یہ بات ہمارے علم میں آئی کہ مرزائیوں کے یہودی وکیل اپنے دعویٰ میں اسی نوعیت کی ترمیم پیش کر چکے ہیں۔

بحث کے دوران جب مرزائیوں کے جواب کی باری آئی تو مرزائیوں کا وکیل جو کہ یہودی ہی تھا، اس نے ہماری تحریری بحث کی روشنی میں فاضل عدالت کی جانب سے اٹھائے گئے نکات کا جواب دینے کی بے حد کوشش کی مگر ایک بھی تسلی بخش جواب سامنے نہ آسکا۔ اس نے جب یہ کہا کہ میرے موکل مرزائیوں کے لاہوری گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جو مرزا کو نبی نہیں سمجھتے بلکہ مصلح (Re-former) ہیں اور یوں ختم نبوت کے منکر نہیں تو فاضل جج نے کہا مرزا غلام احمد موجودہ دور کا آدمی ہے۔ اس کی اپنی کتابیں موجود ہیں، جن میں اس نے صراحت کے ساتھ سب کچھ لکھ دیا ہے، تو اگر لاہوری مرزائی مرزا کے دعویٰ نبوت کو نہیں مانتے تو وہ اس کے پیروکار نہیں ہو سکتے۔

وکلاء کی بحث ختم ہوتے ہی فاضل عدالت نے قرار دیا کہ تفصیلات بعد میں لکھی جائیں گی۔ فیصلہ ابھی سنایا جاتا ہے کہ یہ عدالت قادیانیوں کا مقدمہ بمعہ خرچہ خارج کرتی ہے۔ قادیانیوں نے سپریم کورٹ کے لارجر بنچ کے سامنے اپیل کی اجازت مانگی۔ ساتھ ہی مزید حکم امتناعی مانگا۔ عدالت نے حکم امتناعی کی درخواست مسترد کر دی۔ کمرۂ عدالت نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر، نعرۂ ختم نبوت زندہ باد کی کفر شکن صدا سے گونج اٹھا۔ مسلمان ہمارے ساتھ باہر آئے اور اجتماعی دعا کی گئی۔

اسی دوران کچھ غیر معمولی باتیں سننے دیکھنے میں آتی رہیں۔ مثلاً یہ کہ عدالت کا آغاز ہوا تو ہمیں کمرہ عدالت میں دیکھ کر مرزائی غصہ سے بپھر گئے۔ اس سے پہلی شام کو ہمارے میزبانوں کو انتہائی باوثوق ذرائع سے اطلاع ملی کہ ہم (علماء اور وکلاء کے وفد) پر قاتلانہ حملے کا منصوبہ بن چکا ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے بحث کے آغاز سے پیشتر ہی اس منصوبے پر عملدرآمد کا امکان ہے۔ ہم نے اس

کا مطلب یہی سمجھا کہ یہ ہمیں خوف زدہ کرنے کی چال ہے تاکہ مسلمان مقدمہ کی مناسب اور موثر پیروی سے باز آجائیں۔ مسلمانوں نے ہماری رہائش گاہ، کمرۂ عدالت اور اس کے باہر ہمارے لئے انتہائی منظم حفاظتی انتظامات کئے۔

ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزائی لیڈر چودھری ظفر اللہ خان مسلمانوں کے خلاف اپنے وکلاء کو قانونی مشورے اور ہدایات دینے کے لئے کیپ ٹاؤن پہنچ گئے ہیں۔ مرزائیوں کے یہودی وکلاء جس مقام پر اپنے مقدمے کی تیاری کرتے رہے، ظفر اللہ نے وہیں قیام کیا۔ ہمیں وہ کمرۂ عدالت میں نظر نہیں آئے۔

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ قادیانیوں اور یہودیوں کا گٹھ جوڑ اور مفاہمت جنوبی افریقہ میں نقطہ عروج پر ہے۔ یک جان دو قالب کی سی صورت ہے۔ ملک کے تمام وسائل یہودیوں کی جیب کی گھڑی اور ہاتھ کی چھڑی بنے ہوئے ہیں اور حکومت کی نسل پرستانہ پالیسی کی وجہ سے مہذب دنیا کے بڑے حصہ نے جنوبی افریقہ سے تعلقات منقطع کر رکھے ہیں۔ خاص طور پر مسلم دنیا کی پہنچ سے یہ ملک باہر ہے۔ مرزائیوں کا گمان تھا کہ کیپ ٹاؤن کے مسلمان ایشیائی نسل سے تعلق نہ رکھنے کی وجہ سے مرزائیت کے پس منظر اور کافرانہ اصلیت سے کماحقہ آگاہ نہیں ہیں۔ اس لئے وہ مقدمہ میں نہ تو زیادہ دلچسپی کا مظاہرہ کریں گے اور نہ ہی موثر پیروی کر سکیں گے۔ ٹرانسوال اور نیٹال میں کہیں کہیں ہندوپاک سے تعلق رکھنے والے مسلمان مل جاتے ہیں۔ اس لئے یہاں مقدمہ دائر نہ کیا گیا۔ کیپ ٹاؤن، جوہنسبرگ سے ایک ہزار میل دور ہے۔ مرزائیوں کے خیال میں باہر سے اور خصوصاً پاکستان سے وہاں کوئی قانونی اور نظریاتی امداد کی کمک نہیں پہنچ سکتی تھی اور وہاں یہودی اثر و رسوخ سے فائدہ اٹھا کر یہ مقدمہ جیت لیا جائے گا۔ اس طرح پاکستان میں غیر مسلم قرار دئے جانے کے عدیم المثال فیصلے کے مقابلہ میں جنوبی افریقہ کی اعلیٰ عدالت سے اپنے حق میں فیصلہ لے لیں گے اور اسے دنیا بھر میں پبلسٹی کے لئے استعمال کریں گے۔

وہاں یہ دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی اور مسلمانوں کا ایمان دیکھ کر ہم گنہگاروں کو جینے کا حوصلہ ملتا ہے اور طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ اہل ثروت مسلمان خدا اور اس کے رسول ﷺ کی راہ میں روپیہ پانی کی طرح بہاتے ہیں۔ انفاق فی سبیل اللہ کی سچی تصویر ہیں۔ بڑی اسلامی درس گاہیں چلانے، دارالعلوم قائم کرنے، مساجد تعمیر کرنے اور انہیں آباد رکھنے میں بے حد فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ پکے نمازی ہیں۔ اسلامی معلومات اور ضروری دینی تعلیم و شعور سے بہرہ ور ہیں۔ اس دور میں ان رویوں اور جذبوں پر ہم نے خوشگوار حیرت و مسرت کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے آباؤ اجداد کی قربانیاں ہر وقت ہمارے سامنے رہتی ہیں جو انہوں نے یہاں اسلام کو زندہ رکھنے کے لئے دی ہیں۔

ابتداء میں اس علاقے میں ولندیزیوں کی حکومت تھی مسلمان ملائیشیا میں اعلان جہاد کر کے کفر کا تسلط ختم کرنا چاہتے تھے۔ ولندیزی انہیں گرفتار کر کے کیپ ٹاؤن لے آتے اور انہیں غلام بنالیا جاتا۔ انہیں نہ مسجد بنانے کی اجازت تھی نہ نماز پڑھنے کی۔ مگر اسلام کے ساتھ ان کا رشتہ اس قدر مظبوط تھا کہ وہ چوری چھپے قریبی غاروں میں جاکر نماز پڑھتے تھے۔ وقت گزرتا رہا اور انگریزوں اور ولندیزیوں میں جنگ چھڑ گئی۔ انگریزوں نے مسلمانوں سے تعاون کی درخواست کی۔ مسلمانوں نے اس شرط پر انگریزوں کا ساتھ دینے کا معاہدہ کیا کہ انگریزوں کی کامیابی کی صورت میں مسلمانوں کو کیپ ٹاؤن میں مسجد تعمیر کرنے کی اجازت ہوگی۔ اعلانیہ نماز پڑھنے میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے گی۔ انگریز رضامند ہو گئے۔ اس جنگ میں انگریز کامیاب ہوئے تو مسلمانوں نے کیپ ٹاؤن میں مسجد تعمیر کی۔ وہ مسجد تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ اسی صورت میں موجود ہے۔ جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی اور میں نے (سید ریاض الحسن گیلانی) وہاں عشاء کی نماز ادا کی۔ اس مسجد کے امام صاحب ابتدائی امام کی اولاد میں سے ہیں۔ وہاں کے مسلمان صدق دل سے سمجھتے ہیں کہ اگر اسلام کی قدر شناسی میں ذراسی کوتاہی ہوئی تو یہ رویہ اپنے آباؤ اجداد کی قربانیوں پر پانی پھیر دینے اور غدار کہلوانے کے مترادف ہوگا۔

سید ریاض الحسن گیلانی رواں اور مربوط انداز میں کیپ ٹاؤن کی روداد سنا رہے تھے۔ ٹیپ ریکارڈر ان کی گفتگو محفوظ کرتا جا رہا تھا اور میرے ذہن میں ماضی کے دریچے کھلتے جا رہے تھے۔ سینکڑوں دیکھے اور ان دیکھے منور اور نورانی چہرے اور آوازوں کا ملا جلا شوق تھا۔ یہ وہ چہرے اور آوازیں تھیں جنہوں نے برصغیر میں اسلام کے خلاف ہر سازش کے خلاف اپنی زندگیاں وقف کردی تھیں۔ یہ وہ صاحبان آواز و قلم تھے جن کی تقریر و تحریر نے ابتداء ہی میں جھوٹی نبوت کے تبلیغی سوتے خشک کردئے تھے اور اسٹیٹ پاور کے بل بوتے پر قادیانیوں کی جانب سے کی جانے والی سازشوں کے خلاف زندگی کے آخری لمحے تک سینہ سپر رہے تھے۔ اور بالآخر "تو جناب یہ سب اللہ کی مہربانی تھی کہ جھوٹ ایک بار پھر شکست کھا گیا"۔

☆☆..........☆☆

کیا کروں؟

حضرت الحاج نثار احمد خان فتحی، خلیفہ مجاز حضرت قاری فتح محمد صاحب قدس سرہ

مخفی ہے مجھ سے جلوۂ جانانہ کیا کروں
توہی بتادے اے دل دیوانہ کیا کروں

کیا جوئے شیر کاٹ کے لاؤں میں کوہ سے
کچھ بول تو بھی ہمت مردانہ کیا کروں

جذبِ دروں کو ضبط کئے جاؤں عمر بھر
یا پھر لگاؤں نعرۂ مستانہ کیا کروں

آبادیوں سے لوگ ہیں مانوس کِس قدر
لیکن مجھے تو بھاتا ہے ویرانہ کیا کروں

مستِ الست سامنے آتا ہے جب کوئی
اٹھتی ہیں میری آنکھیں حریصانہ کیا کروں

گزری ہے ساری عمر مری خانقاہ میں
مشرب مگر سدا سے ہے رندانہ کیا کروں

ڈرتا ہوں راز فاش نہ ہوجائے آپ کا
بڑھتی ہے اتنی جرأت رندانہ کیا کروں

سب پی رہے ہیں بزم میں لیکن مری طرف
آتی نہیں ہے گردش پیمانہ کیا کروں

دل میں مرے بپا ہے خود اک محشر خیال
اب میں خیال حور و پری خانہ کیا کروں

ہر چند مسجدوں میں گزاری تمام عمر
سجدہ ہوا نہ اک بھی فقیرانہ کیا کروں

مرد خدا ملے تو قدم دھوکے میں پیوں
ہر راہ رو کے ساتھ میں یارانہ کیا کروں

شل ہوگئے ہیں ہاتھ بھی در پیٹتے ہوئے
کھلتا نہیں مگر درِ جانانہ کیا کروں

بھاتی نہیں ہے عشرت دنیا مجھے نثارؔ
بچپن سے ہے مزاج فقیرانہ کیا کروں

REGD. NO. SS-160

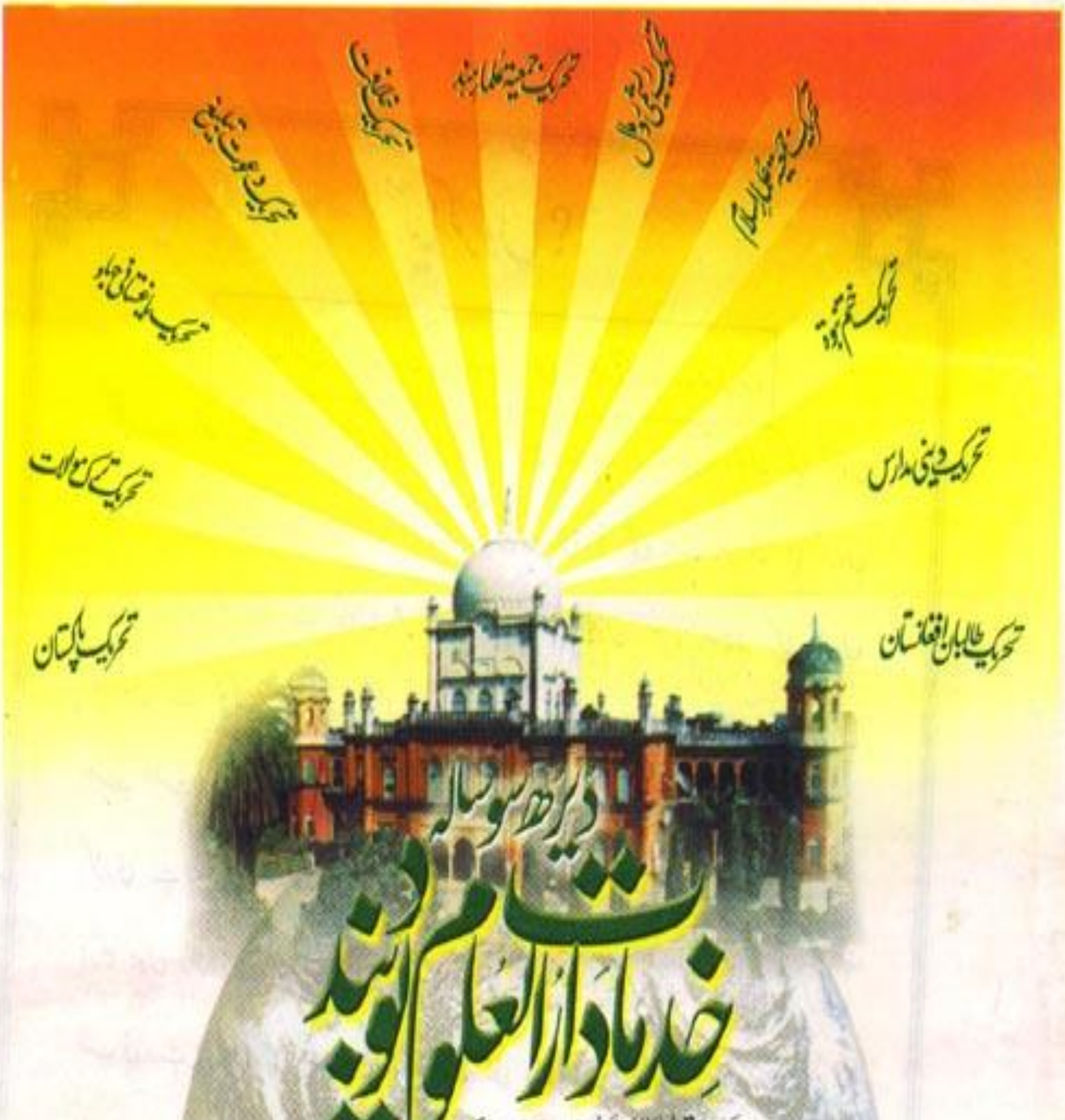

عالمی کانفرنس

بتاریخ ۱۵-۱۶-۱۷ محرم الحرام، ۱۴۲۲ — ۹-۱۰-۱۱ اپریل ۲۰۰۱ بمقام پشاور شہر

جس میں جمعیت علماء ہند کے صدر مولانا اسعد مدنی دار العلوم دیو بند کے مہتمم مولانا مرغوب الرحمن کے علاوہ افغانستان، انڈیا اور بنگلہ دیش کے مندوبین شرکت فرمائیں گے۔

جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد

برائے رابطہ
ابو معاذ مولانا ... خان ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد
جامعہ معارف العلوم الشرعیہ تیمر گرہ ضلع ...

فون رابطہ : ۰۹۳۶-۷۶۱۵۷۱
فون رہائش : ۰۹۳۶-۷۶۱۳۶۸
فون مدرسہ : ۰۹۳۵-۸۲۱۵۲۹